مشہدِ جاں میں اُجالا

حسن عسکری کاظمی



بسم اللہ الرحمن الرحیم

مشہدِ جاں میں اُجالا

مشہدِ جاں میں اُجالا

(سفرنامہ)

حسن عسکری کاظمی

اظہار سنز

19۔ اردو بازار لاہور فون: 37230150

ہیڈ آفس: 9۔ ریٹی گن روڈ لاہور فون: 37220761

E-mail: izharsons_2004@hotmail.com

www.izhar-sons.com

۲۰۱۲ء

نام کتاب : مشہدِ جاں میں اُجالا

تحقیق و ترجمہ : حسن عسکری کاظمی

مرتب : ملک محمد حیدر

ناشر : سید محمد علی انجم رضوی

اظہار سنز۔۱۹۔اردو بازار، لاہور

فون: ۳۷۲۳۰۱۵۰

طابع : سیّد اظہار الحسن رضوی

اظہار سنز پرنٹرز لاہور

قیمت : ۲۵۰/- روپے

انتساب

عالی مرتبت جناب آقائے علی رضا حقیقیان

سفیرِ جمہوری اسلامی ایران

کے نام

فہرست

قاری سے مکالمہ

سفر نامہ ضبطِ تحریر میں لانے کا مقصد قارئین کو صرف محظوظ کرنا نہیں ہوتا بل کہ اپنے مشاہدوں اور تجربوں سے ان کی معلومات میں اضافہ کرنا ہوتا ہے، اس میں شک نہیں کہ سفر نامہ لکھنا ہنرمندی اور گزرے ہوئے واقعات کو زندہ رکھنا ہے اسی طرح نادیدہ مناظر سے قاری لطف اندوز ہوتا ہے اور چشمِ تصور کی بدولت سفر نامہ نگار کا ہم سفر ہو جاتا ہے۔ اچھا سفر نامہ وہی کہلاتا ہے جسے پڑھتے ہوئے قاری یوں محسوس کرے کہ وہ بھی سفر پر نکلا ہوا ہے۔

اب وہ زمانہ گیا جب مسافر کو گھر یاد آتا اور وہ کسی درخت کی گھنی چھاؤں میں بیٹھ کر اپنی غریب الوطنی پر آنسو بہانے پر مجبور ہو، اب سفر کرنا جان جوکھوں میں ڈالنا نہیں بل کہ لطفِ سفر اُٹھانا ہے البتہ جب کسی خاص مقصد کے پیشِ نظر سفر کیا جاتا ہے تو مقصدِ سفر سے پہلو تہی نہیں کی جا سکتی، چناں چہ ''مشہد جاں میں اُجالا'' ایسا ہی سفر نامہ ہے جس میں مشاہدہ اور مقصد کا حسین امتزاج ہر مرحلے میں نئے ذائقوں سے روشناس ہوتا ہے، میں ایران کئی مرتبہ جا چکا ہوں، اب سے پہلے ایران اور عراق کا سفرِ زیارت کرتے ہوئے یہ ارادہ کیا تھا کہ جس طرح شام کی زیارات کا سفر نامہ ''دیارِ زینب'' رقم

کیا اسی طرح اس سفر کا احوال بھی تفصیل سے لکھا جائے گا چناں چہ "تکمیلِ تمنا" کے نام سے یہ سفرنامہ شائع ہوا، یہ دونوں سفرنامے قارئین نے پسند کیے اور ہاتھوں ہاتھ خریدے گئے اب اس مرتبہ ایرانی حکومت کی طرف سے جشنوارہ امام رضا علیہ السلام میں شرکت کی غرض سے ایک اور موقعہ میسر آیا، خانۂ فرہنگِ ایران کے ڈائریکٹر جنرل ڈاکٹر عباس فاموری کی طرف سے مطلع کیا گیا کہ وہ مجھے، ظفر اقبال اور پروفیسر اقبال جسکانی کو مشہدِ مقدس بھیجنا چاہتے ہیں۔ ہم سب نے ان کا شکریہ ادا کیا اور رختِ سفر باندھا۔

احباب نے تقاضا کیا کہ اس بامقصد سفر کے مشاہدات قلم بند کیے جائیں، قرعۂ فال میرے نام پڑا الحمدللہ میں نے یہ خوش گوار فرض عقیدت اور محبت میں ڈوب کر پورا کیا اور سفرنامے کو دل چسپ بنانے میں یہ نہیں کیا کہ

ع
بڑھا بھی دیتے ہیں کچھ زیبِ داستاں کے لیے

بل کہ یہی کوشش کی کہ جس طرح "دیارِ زینب" اور "تکمیلِ تمنا" کو ذوق و شوق سے پڑھا گیا اسی طرح اُمید ہے کہ احباب "مشہدِ جاں میں اُجالا" سے بھی مستفیض ہوں گے۔

حسن عسکری کاظمی

0345-4898398

72-سی اعوان ٹاؤن لاہور

آغازِ سفر

اب سے پہلے چار مرتبہ ایران کے خوش گوار اسفار کی دل نشین یادوں سے دل و دماغ معطر ہونے کے باوجود طبیعت سیر نہیں ہوئی تھی کہ مجھے خانہ فرہنگ اسلامی جمہوری ایران لاہور سے مژدۂ جاں فزا ملا کہ آپ کو جشنوارۂ ظہورِ پرنور امام رضا علیہ السلام سے متعلق مختلف تقریبات میں شرکت کے لیے نامزد کیا جارہا ہے کیا آپ ہماری طرف سے یہ پیش کش قبول فرمائیں گے اور اس فیسٹیول میں شریک ہونا چاہیں گے یہ نقرئی آواز محترمہ ثمینہ عارفہ کی تھی وہ ڈائریکٹر جنرل خانہ فرہنگ ڈاکٹر عباس قاموری کی ہدایات کے مطابق مجھ سے فون پر ہم کلام ہوئیں مجھے صوفی غلام مصطفےٰ تبسم کی غزل کا مطلع یاد آگیا جسے فریدہ خانم نے اپنی گائیکی سے اور بھی دلآویز بنا کر امر کردیا ہے:

وہ مجھ سے ہوئے ہم کلام اللہ اللہ
کہاں مَیں اور کہاں یہ مقام اللہ اللہ

اس دعوت روحانی کو سنتے ہی مجھے یہی کہنا تھا کہ سبحان اللہ میں تہِ دل سے ڈاکٹر عباس قاموری اور حکومتِ ایران کا شکر گزار ہوں کہ مجھے یہ اعزاز مرحمت کیا جارہا ہے اس سے پہلے بھی بانیٔ انقلاب اسلامی آیت اللہ العظمی آقائے روح اللہ خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی

پہلی برسی پر لاہور سے جہاں دوسرے احباب کو انھیں خراجِ عقیدت پیش کرنے اور ان کی عظیم خدمات کے حوالے سے تہران کے تعزیتی اجلاس میں شریک ہونے کا موقعہ فراہم کیا گیا تھا وہاں مجھے بھی یاد رکھا گیا، ان شرکاء میں سید یوسف رضا گیلانی، جہاں گیر بدر، خاطر غزنوی، قمر عباس (فارغ بخاری کے صاحبزادے) لاہور کے معروف شاعر اسرار زیدی اور چند دوسرے معتبر افراد بھی تھے' ہم سب پی آئی اے کی پرواز سے گئے اور واپس آئے اور اب ایک بار پھر خوبیٔ قسمت سے یہ سعادت نصیب ہوا چاہتی ہے، میں اکاسی برس کی عمر میں سرزمین ایران کے سفر پر روانہ ہونے کے علاوہ دوسرے ہم سفر دوستوں سے رابطہ پیدا کرنا چاہتا ہوں مجھے کسی خاص تیاری کی ضرورت پیش نہیں آئی، میرے پاس خانہ فرہنگ لاہور کا فون نمبر ڈائری میں درج ہے، رابطہ کرنے پر عزیز گرامی سید دلاور عباس سے بات ہوئی، انھوں نے بتایا کہ لاہور سے مظفر اقبال اور راجن پور سے پروفیسر اقبال جسکانی بھی جا رہے ہیں۔ یہ دونوں حضرات میرے لیے اجنبی ضرور تھے لیکن اہل علم اور دانش جو ہونے کے سبب مجھے کسی قسم کی مغائرت کا احساس نہیں ہوا۔ میں تصور میں اُن دونوں ہم سفر دوستوں کا خاکہ تیار کرنے لگا، دلاور نے بتایا کہ آپ مطمئن رہیے وہ آپ کو جانتے ہیں' ملاقات پر یہ دیوار اجنبیت بھی گر جائے گی۔ مظفر اقبال کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ حضرت فاطمہ بنت امام موسیٰ کاظم معصومۂ قم سلام اللہ علیہا سے متعلق تحقیق پر مبنی کتاب لکھ چکے ہیں' وہ ائمہ علیہم السلام خصوصاً امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کے احوالِ زندگی، افکارِ عالیہ اور دین حق سے متعلق فرمودات پر کوائف یک جا کر رہے ہیں۔ اسی طرح پروفیسر محمد اقبال خان جسکانی فارسی زبان و اَدب کے اُستاد ہیں جو اسی سال اگست ۲۰۱۲ء میں ریٹائر ہوئے ہیں انھوں نے چند نایاب فارسی کتابوں کے تراجم کیے ہیں فارسی میں گفت گو کرنے اور مدعا بیان کرنے پر قادر ہیں۔ یہ بنیادی معلومات اور ان دوستوں کے حُلیے، چال ڈھال اور علمی بصیرت کا

خیال کرتے ہوئے میں نے بھی اپنی بیس مختلف موضوعات پر لکھی ہوئی کتابوں میں ان چند کتابوں کو یک جا کیا جو دینی موضوعات کی حامل تھیں مثلاً نعت، منقبت، سلام، سفرنامۂ زیارات اور قومی نظموں پر مشتمل مجموعہ جس میں ایران اور پاکستان دوستی کے علاوہ صبحِ انقلاب اسلامی جیسے موضوعات ہیں، اس کتاب کا نام "لہو بولتا ہے" کہا جاتا ہے کہ یہ چونکا دینے والی کتاب ہے بہرحال ایک دن مجھے محترمہ ثمینہ عارفہ کا فون آیا کہ آپ اپنا پاسپورٹ مع تین عدد فوٹو بھجوائیں میں نے اپنے صاحب زادے سید مجتبیٰ حسن عسکری کے ہاتھ اپنا پاسپورٹ اور فوٹو بھجوا دیے، ایک ہفتہ گزرا ۲۴ ستمبر کی صبح مجھے خانۂ فرہنگ ایران لاہور میں ڈائریکٹر جنرل ڈاکٹر عباس فاموری نے یاد فرمایا۔

میں ۲۴ ستمبر سے پہلے ہی ایک کتابچہ مرتب کر چکا تھا، "جمالِ رضاؑ" جس میں امام رضا علیہ السلام کے مختصر حالاتِ زندگی، مناقب پر مشتمل منظومات کے علاوہ انقلابِ اسلامی اور امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی طرف سے خراجِ عقیدت پیش کرنے کے حوالے سے میں نے چند نظمیں شامل کیں، ۳۶ صفحات پر یہ مختصر سا کتابچہ جس کا انتساب صدر اسلامی جمہوری ایران آقائے ڈاکٹر محمود احمدی نژاد کے نام ہے ڈاکٹر عباس فاموری کو پیش کیا وہ بہت خوش ہوئے، میں پچاس نسخے اپنے ہم راہ لے گیا تا کہ شہرِ مقدس میں نام ور شخصیات سے ملاقات کے موقع پر ان کو یہ تحفہ دے سکوں، ڈاکٹر عباس فاموری کے ساتھ گفت گو کرتے ہوئے ترجمانی کے فرائض عزیز گرامی وسیم نے سنبھالے، بہر حال وہاں سے رخصت ہوتے ہوئے ان سے مصافحہ اور معانقہ ہوا، رات کو گھر پر ٹکٹ اور پاسپورٹ پہنچانے کے لیے جناب علی بنگش اور ان کی زوجہ آئے، میں نے دونوں کو اپنی ایک ایک کتاب تحفۃً پیش کی اُن دونوں کا تعلق بلتستان سے ہے لیکن ان کی تعلیم و تربیت کراچی میں ہوئی جہاں سے وہ لاہور آئے اور اب شعبۂ تعلقاتِ عامہ خانۂ فرہنگ ایران سے وابستہ ہو گئے ہیں۔

علامہ اقبال ایئر پورٹ:

۲۵ ستمبر کو صبحِ کاذب کے وقت امارات ہوائی سروس کے ذریعے سفر کا آغاز ہونا ہے جس کے لیے ۲۴ ستمبر ۲۰۱۲ء رات بارہ بجے سے پہلے گھر سے روانہ ہو کر قریباً ایک بجے علامہ اقبال ایئر پورٹ پر پہنچنا ہے۔ شب کے ابتدائی حصے میں کرسیدھی کی نیند آئی یا نہیں بس یوں سمجھ لیجیے نیند کے جھونکے آئے، سفر سر پر سوار ہو جائے تو نیند کسے آتی ہے، مختصر سامان کار میں رکھا جا چکا ہے" امام ضامن باندھا، صدقہ دیا اور گھر سے باہر قدم رکھا" سارا شہر اور ہماری بستی ابھی تک جاگ رہی تھی۔ لاہور میں لوگ کب سوتے ہیں اور کب جاگتے ہیں، اس سلسلے میں حتمی فیصلہ یا بات کرنا خاصا مشکل ہے۔ ملتان روڈ پر تمام رات ٹریفک رواں دواں رہتی ہے، ہم علامہ اقبال ٹاؤن کی مرکزی شاہراہ سے وحدت روڈ پر آئے، یہاں خاموشی اور برقی قمقموں کی روشنی میں کار فراٹے بھرتی جا رہی ہے، ہم نہر کے ساتھ درختوں کے سائے میں مسلسل آگے بڑھتے ہوئے شاہراہ قائداعظم پر آگئے اور دائیں طرف مڑ کر ایئر پورٹ کی طرف رُخ کر چکے ہیں، کچھ اور کاریں بھی ہمارے آگے پیچھے بھاگ رہی ہیں۔ علامہ اقبال ایئر پورٹ ہمارے گھر سے قریباً ۲۵ کلو میٹر ہے" تاریخ بدل چکی ہے" میں نے اپنے بیٹے مجتبیٰ حسن سے کہا، وہ شاہراہ پر اشاروں کی زبان اور سرخ و سبز روشنی پر نظر رکھے ہوئے صرف اتنا کہہ کر مسکرایا' ہاں اب ۲۵ ستمبر شروع ہے اور آپ ایئر پورٹ کے نزدیک آ چکے ہیں سڑک کے دونوں طرف اندھیرا ہے لیکن کچھ نہ کچھ دکھائی دے رہا ہے، آسمان صاف ہے' چاند غروب ہوئے خاصی دیر ہو چکی ہے' ہم نئے تعمیر شدہ پل پر آئے اور گھوم کر ایئر پورٹ کی طرف بڑھ رہے ہیں، سامنے روشنیوں کا سیلاب ہے، ہمیں چیک پوسٹ پر روکا گیا لیکن مجھ جیسے عمر رسیدہ شخص کو دیکھ کر آگے جانے کی اجازت دینے والا نوجوان ایک طرف ہو گیا، ایئر پورٹ کے باہر کاروں کا تانتا بندھا ہوا ہے، مجتبیٰ نے کار کو

مناسب جگہ پر روکا، چھوٹا سا سوٹ کیس اور ہینڈ بیگ اٹھا کر ٹرالی پر رکھا، ہم ائیر پورٹ پر ہجوم کے قریب ایک جگہ کھڑے ہو کر جائزہ لینے لگے، سفر پر روانہ ہونے والے اپنے پیاروں کے گلے مل رہے ہیں، بچوں کو پیار کر رہے ہیں، یہ رت جگا اور ملاقات کی آخری گھڑیاں مسکراہٹیں بکھیرتے اور آنسو بہاتے لوگ، باتیں کرتے، نصیحتیں سنتے، وعدے کرتے، غم و خوشی کا اظہار کرتے مسافر اور ان کو رخصت کرنے کے لیے آنے والے عزیز و اقربا، جذبۂ محبت سے سرشار ہیں ان کو دیکھ کر خیال آیا کہ یہ آنسو نہیں بل کہ شبنمی قطرے ہیں جو ایسے موقعوں پر کنول جیسی آنکھوں کی پلکوں پر لرزتے دکھائی دیتے ہیں۔

غم و خوشی کا توازن کسی کو کیا معلوم
ہزار اشک نکلتے ہیں اک خوشی کے لیے

بیرونی سفر پر جانے والوں کا مخصوص دروازہ جس پر سی آئی ڈی، کسٹم اور سول ایوی ایشن کے اہل کار مسافروں پر عقابی نظریں گاڑے رکھنے پر مامور نیز دوسرا عملہ بھی مستعد نظر آیا، اندر داخل ہونے کے لیے مسافر قطار اندر قطار کھڑے ہیں، ٹرالیوں پر سامانِ سفر دھرا ہے، مسافروں کے ایک ہاتھ میں پاسپورٹ، ٹکٹ وغیرہ اور دوسرے ہاتھ میں ٹرالی کا دستہ سنبھالا ہوا ہے، میں اس قطار میں شامل ہوا اور بھتیجے سے کہا "تم جاؤ اب میری فکر مت کرو" قدم آہستہ آہستہ آگے بڑھتے گئے لیکن برخوردار مجھے دیکھتا رہا اور اپنی جگہ اس وقت تک ٹھہرا دکھائی دیا جب تک میں اس کی نظروں سے اوجھل نہ ہوا، گیٹ پر سرسری طور پر پاسپورٹ اور ٹکٹ دیکھا گیا مگر اندر پہنچتے ہی واک تھرو سے گزرنا ہوا تو جیب میں موبائل اور کیمرہ ہونے کے سبب آواز نے چونکا دیا۔ سامان کے ساتھ ایک باسکٹ میں کیمرہ اور موبائل رکھا اور دوسری طرف جا کر سامان ،کیمرہ اور موبائل پکڑ لیے، کاؤنٹر سے پہلے ایک بار پھر یہی عمل دہرایا گیا، پاسپورٹ پر مہر لگی اور میں سامنے امارات کی ہوائی سروس کے کیبن پر کاؤنٹر سے ٹیگ لگوا کر فارغ

ہوا، اب کس طرف جانا ہے خود کلامی کے انداز میں سوچنے لگا، مَیں نے دیکھا کہ ذرا فاصلے پر دائیں طرف پاکستانی اور غیر ملکی مسافر لائن میں کھڑے ہیں، پہلے سفر کرتے ہوئے یہ مسائل کہاں درپیش ہوا کرتے تھے مگر اب زمانہ مختلف ہے، خیر یوں ہی سہی پہیوں والے سوٹ کیس کو کھینچنا کیا مشکل ہے اور ہینڈ بیگ جو کتابوں سے وزنی ہو چکا ہے اسی سوٹ کیس پر رکھا اور آگے بڑھا، خیال آیا کہ برخوردار سے موبائل پر رابطہ کیا جائے، قریباً آدھ گھنٹہ گزر جانے پر خود بھتیجی نے بتایا کہ وہ اپنی واپسی کا مرحلہ طے کر کے ملتان روڈ پر آچکے ہیں مَیں نے بتایا کہ اب قریباً سب مراحل طے ہو چکے ہیں۔

آخری کاؤنٹر پر ہر مسافر کو ننھے منے کیمرے کے سامنے لایا جاتا ہے پاسپورٹ اور ٹکٹ دیکھ کر بورڈنگ کارڈ ہاتھ میں تھمانے کا مرحلہ ذرا بعد میں آئے گا یہاں اچھی طرح تسلی کرنے پر فارغ کر دیا گیا، مَیں دوسرے مسافروں کے ساتھ لاؤنج میں جا پہنچا جہاں آرام دہ کرسیاں میز اور چائے، مشروبات وغیرہ کا خاطر خواہ انتظام موجود ہے مَیں اپنے مختصر سامان کو سامنے فرش پر رکھ کر کرسی پر جا بیٹھا اور گرد و پیش کا جائزہ لینے لگا، خواتین اپنے بچوں کو بہلا رہی ہیں کوئی گود میں بچے کو لوری سنا کر سُلا رہی ہے رات کے پونے تین بجے ہیں، جہاز کی روانگی کا وقت ساڑھے تین بجے ہے، کچھ دیر اور گزری کہ ایک صاحب میرے برابر کرسی پر آبیٹھے، دیکھنے میں ایرانی لگے لیکن بات چیت شروع ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ ایبٹ آباد کے رہنے والے ہیں اور ڈاکٹر ہیں، کچھ عرصہ پیشتر ریٹائر ہوئے ہیں اور اب وہ کینیڈا جا رہے ہیں ”مجھے ڈاکٹر کریم سعید کے نام سے پکارا جاتا ہے“ مَیں نے کہا خوب ایبٹ آباد میں تو میرے پھوپھی زاد بھائی ڈاکٹر ایچ اے کاظمی رہتے ہیں اور ان کے صاحب زادے ڈاکٹر ساجد کاظمی آئی سپیشلسٹ ہیں میں نے اجنبیت کی دیوار گرا کر ان کو مزید قریب تر پایا، ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ وہ ساجد کاظمی کی بیوی کے اُستاد بھی ہیں“ اور یوں گفت گو آگے بڑھتی رہی

انھیں شاعری سے گہرا شغف ہے، وہ انگریزی اور فرانسیسی زبان جانتے ہیں اور بہت سی نظموں کا ترجمہ بھی کر چکے ہیں، انھوں نے مجھ سے فرمائش کی تو مَیں نے اپنی ایک دو نظمیں سنا ڈالیں اور یوں ہم دونوں بے تکلفی کی فضا میں سانس لینے لگے، مَیں نے کہا کہ تھوڑی دیر میں اعلان ہوا چاہتا ہے میں ذرا واش روم ہو آؤں، مَیں اُٹھا، راستے میں ایک صاحب جو میری طرح ضعیف العمر تھے' اونگھ رہے ہیں بل کہ یوں کہا جائے کہ استراحت فرما رہے ہیں" ہو نہ ہو یہی مظفر اقبال ہیں" مَیں نے دل میں سوچا مگر ان کی نیند میں خلل واقع ہونے کے ڈر سے مَیں سیدھا واش روم کی طرف گیا جب واپس آیا تو وہ نیم خوابیدہ عالم میں تھے، یہ سوال کرنا مشکل تھا کہ ان سے پوچھوں کیا آپ مظفر اقبال ہیں جو مشہد میں امام رضا علیؑ کے مہمان قرار پائے گئے ہیں، مَیں اپنی جگہ آ بیٹھا ابھی ڈاکٹر صاحب سے مزید گفت گو کا در کھلنا تھا کہ اعلان ہوا اور مسافر قطار بندی میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرنے لگے۔

بورڈنگ کارڈ پر سیٹ نمبر فلائٹ نمبر وغیرہ درج ہے، اکانومی کلاس کے مسافروں کی تعداد زیادہ اور بزنس کلاس کی کم بہت ہی کم ہے، ہم سب ایک لمبی ٹنل سے گزرتے ہوئے شیشہ بند دریچوں سے باہر کا منظر بھی دیکھتے جا رہے ہیں، رن وے جہاز کا عملہ اور بار برداری کا سامان، دور افق پر اندھیرا اُجالا اور قمقموں کی روشنی دکھائی دے رہی ہے۔ مسافروں نے اپنا اپنا سامان ہینڈ بیگ یا پہیوں والے اٹیچی کیس سنبھالے ہوئے ہیں ٹنل کی اندرونی دیواروں پر بعض کمپنیوں کے خوب صورت اشتہار آویزاں ہیں، ہماری رفتار دھیمی پڑ گئی اور جہاز کا عملہ ہمیں خوش آمدید کہنے اور بورڈنگ کارڈ دیکھ کر رہ نمائی کر رہا ہے، امارات کے جہاز دنیا کے بہترین اور جدید کیل کانٹے سے لیس جہاز ہیں اور عملے میں شامل خواتین خوب صورت، خوش شکل، چہرے کی رنگت جیسے گلاب کا تر و تازہ پھول، سرو قامت، انداز خرام جیسے بقول غالبؔ ؎

دیکھو تو دل فریبیٔ اندازِ نقشِ پا
موجِ خرامِ یار بھی کیا گل کتر گئی

بات کرتے ہوئے منہ سے پھول جھڑتے ہیں، سروں پر سرخ دائرہ نما کلاہ، لباس میں بوشرٹ اور پتلون ہلکا سبز کاہی رنگ، ان کے انتخاب میں ذوقِ جمال رکھنے والے اور شائستہ مزاج اراکین شامل ہوں گے، یہ ہوائی میزبان مسافروں کی نفسیات سے باخبر، اچھی سامع اور مسکراہٹوں کی خیرات بانٹنے والی یہ نوخیز دوشیزائیں اور ان کی آنکھیں جیسے غزالِ صحرائی کی دلربا چشم باحیا میں ٹھہری ہوئی حیرانی میں نے انگریزی زبان میں قریب سے گزرتی ہوائی میزبان خاتون سے کہا میری رہنمائی کیجیے، مجھے کہاں بیٹھنا ہے، وہ جہاز کے آخری حصے کی طرف لے کر آئی اور میری نشست کی طرف مسکرا کر انگلی سے اشارہ کیا، شکریہ میں نے رسماً کہا اور اپنی سیٹ کی طرف دیکھا' دو جڑواں نشستوں میں سے ایک پر بیٹھے ہوئے مسافر نے مجھے بیٹھنے کے لیے کہا مگر اس پر ایک شاپر میں سفید نیم گرم چادر دیکھ کر میں تذبذب میں مبتلا ہوا، معلوم ہوا کہ یہ چادر مسافروں کو اوڑھنے اور شب بسری میں آرام پہنچانے کی خاطر رکھی گئی ہے، میں نے اپنا مختصر سامان اُوپر ایک کھلے بکس نما خالی مقام پر رکھا اور خالی نشست پر براجمان ہوگیا۔ تھوڑی دیر بعد وہی میزبان خاتون آئی اور یکے بعد دیگرے سامان والے حصے کے ڈھکنے دھڑادھڑ بند کرنے لگی، جہاز میں وقفے وقفے سے اناؤنسمنٹ ہونے لگی، جہاز کی روانگی، موسم کا احوال، دوبئی پہنچنے کا وقت نیز مسافروں کو ہنگامی صورت سے نبرد آزما ہونے کی ہدایات وغیرہ دی جانے لگیں، ہر سیٹ کی پشت پر سکرین اور اس پر ہدایات کے مطابق تصویری سلسلہ رہنما بن گیا۔ بیلٹ باندھنے کی خصوصی ہدایت اور ہر مسافر پر نظر رکھتے ہوئے بیلٹ باندھنے میں معاونت کی پیش کش ہونے لگی۔ جہاز آہستہ آہستہ رن وے پر چلنے لگا، میں نے برابر والی نشست پر اپنے ہم سفر سے پوچھا "دوبئی کے

بعد آپ کہاں جائیں گے" "جی میں دوبئی سے تہران اور وہاں سے مشہد جاؤں گا" میں نے سنتے ہی دوسرا سوال کیا آپ وہاں امام رضاؑ کے جشن ظہور پرنور میں شرکت کے لیے جا رہے ہیں؟ مسافر کی آنکھوں میں چمک اور ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھ کر یقین ہوا کہ راجن پور سے تعلق ہے اور یہ بھی اس وفد میں شامل ہیں' کیا آپ پروفیسر محمد اقبال خاں جسکانی ہیں "میں نے کہا آپ سے غائبانہ تعارف ہو چکا ہے، اچھا ہوا آپ مل گئے اور میرے ہم سفر ہو گئے:

ع خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

جہاز رن وے پر دوڑنے لگا، مسافروں پر سفر کے آغاز میں ممکنہ خطرات کا تصور کرتے ہوئے چپ کی مہر لگی ہوئی تھی، جہاز اڑان بھرنے کے لیے رن وے پر برق رفتار ہوا اور فضا میں بلند ہوتے ہوئے زمین کی پستی کا منظر نامہ پیش کرنے لگا، لاہور میں صبح کے آثار پیدا ہو رہے ہیں لیکن ابھی روشنیوں میں ڈوبا ہوا لاہور محوِ خواب ہے، جہاز کی شیشہ بند ننھی منی کھڑکیوں سے زمین کی طرف نگاہ گئی تو یوں لگا جیسے آسمان زمین پر محوِ خرام ہے اور برقی قمقمے جگمگاتے ستارے ہیں جو دمک رہے ہیں گویا:

ع ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ

لاہور کا حسن و جمال آسمان کی بلندیوں سے دیکھتے ہوئے یہی خیال آیا کاش دن کی روشنی میں دیکھتے کہ شاہراہوں پر کتنی رونق ہے اور ٹریفک کا نظام دور سے ان ستاروں کی طرح نگاہوں کو کتنا دھوکا دیتا ہے، دُور کے ڈھول سہانے یوں ہی نہیں کہا گیا، ہر چیز ایک فاصلے سے بھلی معلوم ہوتی ہے ہم لاہور سے جنوب مغرب کی طرف محوِ پرواز ہیں، صبح کے آثار ہویدا ہو چکے ہیں مگر ہم بلندیوں کے مسافر نیچے کی طرف بادلوں کو دیکھتے ہیں اور زمین دھند میں لپٹی ہوئی نظروں سے اوجھل ہے، ناشتے کا وقت ہوا چاہتا ہے، جہاز کے مسافروں کو ان کی توقع سے بڑھ کر خاطر مدارات سے نوازا جاتا ہے،

ٹرالی میں رکھا ہوا ناشتے کا سامان اور اس کی تقسیم میں سلیقہ مندی دیکھ کر امارات ہوائی سروس کی تعریف کرنے کو جی چاہتا ہے، پروفیسر جسکانی اپنے سامنے آویزاں ٹرے کھول کر منتظر بیٹھے ہیں ادھر میں نے بھی بند ٹرے کا بٹن گھمایا اور ناشتے کا انتظار کرنے لگا۔ جہاز اتنا بڑا ہے کہ ہم بیک نگاہ پورا جہاز نہیں دیکھ سکتے، دو رویہ راستہ اور دونوں راستوں کے ذریعے گرم ناشتہ مسافروں تک لے جانا آسان کام نہیں بلا مبالغہ چار سو مسافروں سے زیادہ مرد وزن اس جہاز میں موجود ہیں، جہاز کا عملہ بھی قریباً اٹھارہ افراد پر مشتمل ہے، لیجیے ناشتہ آیا اور ہم نے حُسن ترتیب کو دیکھتے ہوئے ناشتہ پروسنے والی میزبان کو دل ہی دل میں شاباش دی چھری کانٹے اور چمچے سیل کیے ہوئے، شہد، پنیر اور جام منھ بند ڈبیوں میں، ڈبل روٹی (بند) پلاسٹک میں سربمہر، نمک اور کالی مرچ ننھے منے لفافوں میں اور جانے کیا کچھ رکھا ہے، ہم دونوں ایک ہی منزل کے مسافر کہ ابھی دوبئی جا رہے ہیں وہاں سے تہران اور پھر مشہد جا کر دم لیں گے مگر اس وقت ہم ناشتے سے دو دو ہاتھ کر رہے ہیں، ابھی ناشتے سے لطف اندوز ہو رہے ہیں کہ جوس اور چائے بھی لازمۂ لذت کام ودہن ہے، کوئی بات نہیں، دیکھ لیں گے، پروفیسر جسکانی دیہات کی معاشرت کا نمائندہ فرد ہونے کے ناتے خالص غذا کے پروردہ اور دلدادہ ہیں وہ ناشتے میں شامل ہر چیز کی افادیت پر سیر حاصل گفت گو کرتے ہیں اور ہوائی میزبان سے مکالمے کے طلب گار بھی ہیں گویا انھیں اور کیا چاہیے۔

ع کچھ دیر تو لگے گی سوال وجواب میں

دوبئی ایئر پورٹ:

وقت گزاری کے لیے ریموٹ کنٹرولر ہاتھ کی انگلیوں کی گرفت میں پیچ وتاب کھا رہا ہے، ہمیں پاکستانی چینلز کی جستجو ہے مگر سکرین پر دوسرے مناظر اُبھر آتے ہیں، کیا کیا جائے، مَیں نے ذرا آنکھیں بند کیں مگر میرے ہم سفر پروفیسر اقبال جسکانی بیدار

ہیں اور بیدار رہنا چاہتے ہیں، سفر اپنے اختتام کی طرف جارہا ہے، دوبئی دور ہی کتنا ہے اعلان ہوا کہ ہم دوبئی سے بیس منٹ کی دوری پر ہیں۔ یہ بیس منٹ بھی گزر جائیں گے، دوبئی سے غائبانہ تعلق خاطر پہلے سے ہے۔ یہاں ہر ملک، ہر قبیلے، ہر قوم اور ہر مذہب کے لوگ آ جمع ہوئے ہیں۔ گورے، کالے، پیلے اور سرخ سبھی دوبئی سے رشتہ بپا ہیں۔ تلاش معاش اور قسمت آزمائی کی خاطر دنیا جہان کے لوگ یہاں آ گئے ایک ہم نہیں آئے ورنہ یہاں کوئی کرکٹ دیکھنے، کوئی عیش و نشاط کی خاطر، کوئی کاروبار کرنے اور کوئی محض سیر و سیاحت کی غرض سے یہاں کی آب و ہوا میں خوش فکری سے دن رات گزارنے آیا، میرے اپنے بہت سے عزیز دوبئی میں موجود ہیں، میرے بھانجے حسن رضوی (مرحوم) کے صاحب زادے محمد علی اور ان کے ماموں منور نقوی اسی طرح فرخ رضوی کے صاحب زادے ثمر عباس اور ان کے چچازاد بھائی رضا عباس یہاں ملازمت کے حصول میں سرگرداں ہیں۔ دوبئی ایک ایسی جگہ ہے جو مشرق و مغرب میں انتخاب اور مال و زر میں بے حساب نیز ہر اعتبار سے لاجواب ہے، آج اپنی ان گناہ گار آنکھوں سے صرف ایئر پورٹ کی حدود کا کلچر دیکھنے کا موقع ملے گا، جہاز بلندیوں سے نیچے کی طرف آنے لگا اور زمین پر شاہراہوں پر رینگتی ہوئی کاریں، بسیں اور ٹرک دکھائی دینے لگے۔ اسی طرح بلند و بالا عمارات کا جال پھیلا ہوا نظر آنے لگا، دولت و ثروت سے اٹا ہوا یہ شہر کیسا ہوگا اور یہاں آباد غیر ملکی باشندوں کی زندگی کس نہج پر ہوگی اس کے بارے میں وہی بتا سکتے ہیں جو یہاں برس ہا برس سے قیام پذیر ہیں، عرب ممالک میں کوئی غیر ملکی جائیداد نہیں خرید سکتا، اس لیے جو بھی کمایا اسے اپنے اہل و عیال کو بھیجنا پڑتا ہے یا اسی جگہ ہلے گلے کرنے میں پیسہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے۔

جہاز اب رن وے پر اُترنے کو ہے یہ سفر تمام ہوا، لاہور سے دبئی آمد و رفت روزمرہ کا معمول ہے اس لیے جہاز کا عملہ اس مختصر روٹ سے متعلق جتنی معلومات بہم پہنچا

سکتا ہے وہ یہی کچھ کہ دوبئی کا ہوائی اڈہ امارات کی ہوائی سروس کا مرکز ہے اور یہاں سے مشرق و مغرب کے بیشتر ملکوں کو صبح و شام جہاز آتے جاتے رہتے ہیں جہاز رن وے پر دوڑتے ہوئے کسی ایک مقام پر ٹھہرے گا' مسافر تیار بیٹھے ہیں، پروفیسر جسکانی کو اپنے سوٹ کیس کی فکر لاحق ہے کہ اسے لاہور ایئر پورٹ پر بک کروا دیا تھا اس کے برعکس میں تقریباً اسی سائز کا سوٹ کیس اپنے ہمراہ لے کر آیا، میں نے انھیں اطمینان دلایا کہ جہاز کا عملہ ذمہ دار ہے، آپ تہران جا کر اپنا اٹیچی کیس وصول کریں گے، ہم جہاز سے باہر آنے اور اپنا سامان اُتار کر ہمراہ لے چلنے کی تیاری کر چکے ہیں، یہ جہاز ٹنل سے جا لگا اور سب مسافر آہستہ آہستہ ٹنل سے گزرتے ہوئے لاؤنج میں داخل ہو رہے ہیں۔

ہم دونوں ایک جگہ آئے اور ایئر پورٹ کی سج دھج دیکھ کر حیران ہوئے، دولت کی ریل پیل، عمارت کی خوب صورتی، ڈیوٹی فری چیزوں کی خرید و فروخت، لوگوں کا اژدحام، مشرق و مغرب کا شباب خواتین میں عریانی یا مختصر ستر پوشی کا رجحان' غرض ہر طرف حیرت و استعجاب کے سوالیہ نشان، گویا ہماری نگاہوں کے سامنے اوراقِ مصور کھلے ہوئے ہیں۔ میں نے پروفیسر اقبال جسکانی سے کہا کہ سب تماشا دیکھنا ضروری نہیں، آیئے ابھی وقت ہے، نمازِ فجر پڑھتے ہیں ایک فاصلے پر مسجد نظر آئی، ہم دونوں اندر داخل ہوئے، واش روم، وضو خانہ اور جائے نماز دیکھ کر جی خوش ہوا، دو رکعت نماز پڑھ کر فارغ ہوئے، کچھ دیر مسجد میں رہے، تہران کے لیے جہاز کی روانگی کا وقت قریب رہا ہے، آیئے ذرا کمپیوٹرائز بورڈ پر اپنے جہاز سے متعلق معلومات حاصل کرتے ہیں، یہ کہتے ہوئے میں نے اقبال جسکانی سے کہا اب اِدھر اُدھر دیکھنے کی ضرورت نہیں سیدھے چلتے جائیں، ٹھہرنے کی ضرورت نہیں اس لیے کہ:

ع منزلِ ما دور نیست

دبئی ایئر پورٹ پر ہم دونوں ٹرالی کھینچتے ہوئے آگے بڑھتے گئے، معلوم ہوا

کہ پہلے اُوپر جانا پڑے گا اور وہاں سے برقی زینے سے نیچے اُترنا ہوگا۔ اقبال جسکانی کے لیے یہ مرحلۂ سخت جاں طے کرنا مشکل تھا اس لیے وہ سیدھے سبھاؤ روایتی سیڑھی کو استعمال کرنے لگے۔ وہ مجھ سے آگے نکل گئے۔ میں اب اپنا سامان ہاتھ میں سنبھالے پچھلی صف میں شامل تھا کہ اسی مرحلے میں مظفر اقبال سے ملاقات ہوئی اور پہلی نظر میں ہم دونوں ایک دوسرے کے ہوگئے۔ میں نے راستہ طے کرتے ہوئے صرف اتنا کہا کہ لاہور ایئر پورٹ پر آپ کو کرسی پر اونگھتے ہوئے دیکھا تھا اور یقین آیا تھا کہ آپ ہی مظفر اقبال ہیں جو لاہور سے جشنِ ظہور امام رضاؑ میں خانۂ فرہنگ ایران کی طرف سے شمولیت کے لیے میری اور اقبال جسکانی کی طرح نامزد کیے گئے۔ ہم دونوں اپنے ہاتھ میں بورڈنگ کارڈ اور پاسپورٹ پکڑے آگے بڑھتے رہے، ایک مقام پر جہاز کے عملے نے بورڈنگ کارڈ چیک کیا، ہم سب ٹنل میں داخل ہوئے اور دوسرے مسافروں کے ساتھ اس ٹنل کو عبور کرتے ہوئے جہاز کے دروازے پر جا پہنچے، پروفیسر اقبال جسکانی ہم دونوں سے آگے کہیں اپنی نشست کے قریب ہوں گے، وہ دم خم رکھنے والے عجلت پسند اور پُرجوش ہونے کے ناطے اس سفر میں ہم سے پہلے یہ مرحلے سر کرتے رہے، ہم ٹھہرے آہستہ رو، آہستہ خرام، ناپ تول کر قدم اُٹھانے والے۔ مگر ہماری منزل تو ایک ہے، ہاں وہ جہاز سے باہر کے مناظر دیکھنے اور زمین پر رینگتے ہوئے کاروں کے قافلے اور مکانوں کی چھتوں یا بلند و بالا پلازوں پر اچٹتی نظریں ڈالنے کی خاطر جہاز کی دیوار سے چپک کر بیٹھنا پسند کرتے ہیں اس لیے انھوں نے ہر جگہ یہی کوشش کی کہ "پہلے آئیں پہلے پائیں" کا فارمولہ پیشِ نظر رکھا جائے۔

دوبئی سے تہران:

ہم تہران روانہ ہوا چاہتے ہیں۔ جہاز کا عملہ چاق و چوبند، ہوائی میزبان خواتین مسکراہٹیں بکھیرتی، مسافروں کی بیلٹ باندھنے میں مدد کرتی درمیانی راستوں

میں اِدھر اُدھر آ جا رہی ہیں' امارات کا جہاز رن وے پر رینگنا شروع ہوا، ہدایات کا سلسلہ اور پردۂ سکرین پر تصاویر کے ذریعے ریہرسل جاری ہے، ہم پُر سکون بیٹھے ہیں کہ جہاز تیز دوڑنے لگا، اب بلندی کی طرف جا رہا ہے لاہور سے دبئی اور اب دوبئی سے تہران کے سفر میں کوئی خاص فرق محسوس نہیں ہوا، ہوائی میزبان خواتین میں وہی تراش خراش وہی اندازِ خرام، گلابی چہروں کے علاوہ بعض سانولی رنگت کی ایئر ہوسٹسیں بھی معلوم ہو رہی ہیں، ان کا تعلق بھارت، بنگلہ دیش یا افریقہ سے ہوگا، ایک حسرت یہ رہی کاش ان میں کوئی پاکستانی بھی ہوتی۔ یقیناً امارات ہوائی کمپنی میں ہماری ہم وطن خواتین بھی ہوں گی مگر اس جہاز میں کہاں' البتہ حسن و جمال میں بھارتی دوشیزائیں بھی کم نہیں دوسرے ہم جیسے مسافروں کے ساتھ ان کا اندازِ تکلم رہی' لیکن پُر اعتماد لہجہ ان کے پروفیشنل ہونے کا نشانِ امتیاز ہے، بھارت اور بنگلہ دیش میں پڑھی لکھی خواتین میں ملازمت کرنے کا رجحان فروغ پا رہا ہے اور بحیثیت ایئر ہوسٹس سروس کرنا منفرد اعزاز ہے اس سفر میں ایرانی، پاکستانی، چینی، جاپانی اور کچھ لوگ یورپ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہمیں زیادہ کھوج لگانے کی ضرورت نہیں مگر دوبئی سے تہران جانے والوں میں ایرانیوں کے علاوہ ہمیں زیادہ جنوب مشرق یا مشرق بعید کے لوگ نظر آئے، یہی وجہ ہے کہ امارات ایئر سروس مسافروں کے ذوق کا لحاظ رکھتے ہوئے چین، ملائشیا، کوریا، بھارت اور بنگلہ دیش کی نوجوان پُرکشش اور جاذب نظر لڑکیاں اس قسم کی میزبانی کا لحاظ رکھتے ہوئے منتخب کی جاتی ہیں۔ ان کا سانولا سلونا چہرہ، چمک دمک رکھنے والی مسکراہٹ اور سرو قامت سراپا مسافروں کے لیے سفر میں گھر کا سا ماحول پیدا کرنے کا سبب بن جاتا ہے اور بقول محسنؔ احسان یہ کہے بغیر نہیں رہا جا سکتا کہ:

سانولے رنگ کی اک موہنی صورت محسنؔ ڈس گئی اپنے تکلم کی اَدا سے مجھ کو

ہم جہاز میں ساڑھے آٹھ سو کلومیٹر کی رفتار سے اپنی منزلِ مقصود کی طرف

جارہے ہیں، کھانے کی خوشبو نتھنوں میں گھس رہی ہے، کھانا مسافروں میں تقسیم ہو رہا ہے ہم جہاز کے آخری حصے میں بیٹھے ہیں اس لیے زحمتِ انتظار کی لذت اُٹھا رہے ہیں۔ ٹرالی آگے بڑھ رہی ہے، امارات ہوائی سروس میں کھانا مرچ مسالے والا ہوتا ہے یا شاید مختلف ملکوں کے مزاج کو دیکھتے ہوئے ان کے ذوق کا لحاظ رکھا جاتا ہے، کچھ بھی ہو کھانا چاہیے اقبال جسکانی پاس سے گزرنے والی ایئر ہوسٹس سے ہم کلام ہونا چاہتے ہیں مگر وہ بے نیازی کے ساتھ گزر جاتی ہے کہ اسے کوئی اور کام سونپا گیا ہے، ٹرالی قریب آگئی ہے ہماری قطار میں بیٹھے ہوئے سبھی مسافر ذہنی طور پر تیار ہیں، لیجیے کھانے میں بریانی، جوس، آب یخ، روسٹ، ڈبل روٹی، چھری کانٹے، نمک، کالی مرچ بھی یہ کیا ہے، اس سربہ مہر ڈبیہ میں اچار یا اچار کا مسالہ ہے اور دوسری ڈبیہ میں مکھن، ہم آپس میں سرگوشیاں کرتے اور بریانی کھاتے، روسٹ مرغ پر دانت تیز کرتے، اچار مسالہ بریانی پر انڈیلتے اور چمچ سے مکس کرتے جارہے ہیں، ہماری طرح دوسرے مسافر بھی کھانے سے لطف اندوز ہو رہے ہیں، اس ڈھکی ہوئی پلیٹ میں حلوہ نما کوئی چیز ہے اور دوسری میں تربوز کا ٹکڑا، چیری، انگور اور ایک قاش مالٹے کی۔ اب اور کیا چاہیے یہی سوچا تھا کہ چائے کی کیتلی سے ہماری پیالی میں قہوہ ڈالنے کے لیے میزبان خاتون نے احتیاط کے ساتھ کام لیا، شوگر فری چائے ہمارے ہاتھ میں ہے ہمارے سامنے سے ڈسپوزل برتن اٹھائے گئے ہم ابھی چائے نوشِ جاں کر رہے ہیں کہ اعلان ہوا تہران پندرہ منٹ کے فاصلے پر ہے ہمارا جہاز بلندیوں سے نیچے اُترنے لگا، ٹشو پیپر سے ہاتھ منھ صاف کیا اور کلمۂ شکر ہماری زبان پر جاری ہوا ہم نے دیکھا مظفر اقبال کے پہلو میں ایک خاتون ان سے بے تکلفی کے ساتھ گفت گو کر رہی ہے، جہاز تہران شہر کے اُوپر پرواز کرتے ہوئے ایئر پورٹ کی طرف آرہا ہے۔ الخمینی انٹرنیشنل ایئر پورٹ تہران سے قریباً تیس کلو میٹر دور شہر زاہد قم کے راستے میں بنایا گیا ہے' جہاز تہران عبور کرتے امام خمینیؒ کے روضے کے

قریب کچھ فاصلے سے اُوپر سے گزرا، مجھے یاد آیا کہ ان کی پہلی برسی پر بیشتر ملکوں کے مندوبین تہران آئے، پاکستان سے مجھے بھی یہ اعزاز حاصل ہے کہ خانۂ فرہنگِ ایران لاہور نے جہاں دوسرے لوگوں کو دعوت نامہ بھجوایا مجھے بھی یہ دعوت نامہ آیا، آج یہ روضہ امام خمینی کی عظیم خدمات اور انقلابِ اسلامی برپا کرنے کے اعتراف میں اور ان کی صاحبِ اعجاز شخصیت کو آئندہ نسلوں سے متعارف کروانے کا وسیلہ ہے، مَیں خاموشی کے ساتھ بانئ انقلاب آیت اللہ العظمیٰ روح اللہ خمینیؒ کو دل ہی دل میں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے امام خمینی انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر جہاز سے اُترنے کا انتظار کرنے لگا۔

مجھے وہ زمانہ یاد آیا جب اسلامی انقلاب سے پہلے شہنشاہی دور میں ظلم و ستم کی انتہا ہو چکی تھی اور امام خمینی کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے لوگوں نے جانوں کی قربانی پیش کی، نصرتِ حق کی خاطر سب کے سب اہلِ ایمان کوچہ و بازار میں نکل آئے اور نئی بشارتوں کی صبح طلوع ہوئی:

عہدِ وحشت میں زباں گنگ لہو بولتا ہے
ہاتھ اُٹھتے ہیں تو کٹتی ہیں سروں کی فصلیں
لشکرِ ظلم کی یلغار جو رکتی ہی نہیں
ہر گھڑی جیسے قیامت کی خبر لاتی ہے
ایک کہرام کا منظر کہ بپا رہتا ہے
بے صدا عکس بھی دیتے ہیں صدائیں جیسے
دُور تک نوحہ و ماتم کی صدا جاتی ہے
نصرتِ حق کے لیے جان ہتھیلی پہ لیے
لوگ یوں کوچہ و بازار میں نکلے جیسے

موجِ خوں سر سے گزر جائے تو چین آ جائے
نارِ نمرود میں گھر جائے براہیمؑ کا صبر
جیسے آ جائے سرِ دشتِ بلا عشقِ حسینؑ
بدر کا معرکہ یا پیاس کا صحرا جس میں
سر بکف تشنہ وہاں خاک بسر ہیں کچھ لوگ
سرخرو ہونے کی خواہش میں جو سرگرداں ہیں
جاں سپاری کی تمنا ہی سپر ہے جن کی
خوں فشانی میں وہی اگلے سے تیور جس میں
نوجواں اپنی روایات کو دہراتے ہیں
کہ جسے رنگِ علی اکبرؑ وقتِ ستم کیسے
یوں فضاؤں میں لہو رنگ بدن کے ٹکڑے
تیرتے، اُڑتے، چلے جاتے ہیں تا حدِ نظر
غسلِ خوں کر کے اُڑیں جیسے کبوتر لاکھوں
یا گریبانوں کے پرزوں کے شہابِ ثاقب
ٹوٹ کر جیسے برستے ہوں سلگنے کے لیے
کتنے گمنام شہیدوں کے دریدہ دامن
در و دیوار پہ لہراتے ہیں پرچم پرچم
لشکرِ ظلم کی یلغار بھی رک جائے گی
شب گزر جائے گی اور صبحِ درخشاں ہوگی
ایک آواز جو گونجی ہے افق تا بہ افق
اک ندا جس کو سنا حرفِ صداقت کی طرح

سر جھکائے نہ کوئی قیصر و کسریٰ کے حضور
کوئی شداد کی جنت کی طرف رُخ نہ کرے
اب کوئی "ظلِ الٰہی" کی نہ توقیر کرے
سرخمیدہ سرِ دربار نہ جائے کوئی
اب کوئی دستِ رعونت پہ نہ بوسہ دے گا
اب یہاں سر نہ اٹھائے گی شہنشاہی کبھی
بے اثر ہوگی نہ اب آہِ سحر گاہی کبھی
اب یہی اپنے تشخص کی علامت ہوگی
صرف اک قادرِ مطلق کی اطاعت ہوگی

جہاز کے پہیئے رن وے پر کھلے اور ہم نے ایک جھٹکا سا محسوس کیا جہاز دوڑتے ہوئے اپنی رفتار کم کرتا گیا اور وہ مرحلہ آیا کہ ہم نے شکرِ خدا کیا اور اپنا سامان لے کر آگے بڑھتے ہوئے عملے سے آنکھیں چار کرتے اور الوداع کہتے ہوئے ٹنل میں داخل ہوگئے۔ ہم تینوں اپنا سامان اُٹھا کر باہر آئے، اقبال جسکانی اور مظفر اقبال کا اٹیچی کیس گھومتے ہوئے برقی مال بردار پٹے پر تلاش کرنے لگے سامان ملا تو پروفیسر جسکانی کی جان میں جان آئی انھیں یہ فکر لاحق رہی کہ پرواز کی تبدیلی کے نتیجے میں ان کا سامان اِدھر اُدھر نہ ہو جائے، مسافروں کا استقبال کرنے والے ہاتھوں میں خوش آمدید کی تختیاں بلند کرتے دکھائی دیئے مگر ہم میں سے کسی کا نام تختیوں پر نظر نہ آیا قدرے فکر لاحق ہوئی کہ اتنے میں ایک صاحب مسکراتے ہوئے فارسی میں ہم سے ہم کلام ہوئے "شما از لاہور" ہم نے کہا بلے "جواب آیا خوش آمدید" "اسم شما" میں نے پوچھا جواب ملا "حشمتی" مختصر سوال اور مختصر جواب' یہ تھا ہمارا آقائے حشمتی کے ساتھ سلسلہ گفت گو اور وہ ہمیں کار میں بٹھا کر ایئر پورٹ سے باہر تک شاہراہ پر لائے اور تہران

کی طرف رخ کر لیا۔

الخمینی انٹرنیشنل ایئر پورٹ تہران سے باہر اور کشادہ مقام پر بنایا گیا ہے، ہم نے چاہا تھا کہ بھرپور انداز میں اس ایئر پورٹ کا جائزہ لیا جاتا مگر آقائے حشمتی پروگرام کے مطابق ہمیں وہاں سے اس طرح کھینچ کر شاہراہ پر لے آئے جیسے انھیں یہ ہدایات دی گئی تھیں کہ مہمانوں کو جلد از جلد ہوٹل میں لے جا کر دوپہر کا کھانا کھلایا جائے تاکہ آرام کے لیے دو تین گھنٹے میسر آجائیں اس کے بعد تہران سے مشہد کے لیے سورج ڈوبنے سے پہلے ہمیں مہر آباد ایئر پورٹ پہنچا دیا جائے ہم تینوں کار میں شاہراہ کے دونوں طرف کے مناظر دیکھتے اور باتیں کرتے یہ سفر طے کر رہے ہیں یہ راستہ پہلے بھی دیکھا ہوا ہے ہم تہران سے قم اور وہاں سے عراق اسی راستے سے گئے اور آئے مگر اب یہ شاہراہ پہلے سے کہیں زیادہ کشادہ اور ہموار نظر آئی، سبزہ و گل، سرسبز و شاداب زمین اور مختلف مقامات پر سائن بورڈ نصب دیکھے، ان پر مختلف کمپنیوں کی مصنوعات کے اشتہار اور سفر کرنے والوں کی رہ نمائی کے لیے فاصلہ سمت اور رفتار سے متعلق معلومات فارسی اور بعض جگہ انگریزی زبان میں درج دکھائی دیں۔ اسی طرح شاہراہ کے کنارے نصب بورڈوں پر موجودہ اسلامی جمہوری حکومت کے پیداواری منصوبوں اور عوام کی فلاح و بہبود کے حوالے سے حاصل شدہ کامیابیوں سے عوام کو مطلع کیا گیا ہے۔ یہ بلند و بالا سائن بورڈ دور سے نظر آنے لگتے ہیں ہم ان پر سرسری نظر ڈالتے شہر کے مضافات کے قریب ہو رہے ہیں کہ دائیں طرف بانئ انقلاب اسلامی حضرت آیت اللہ العظمیٰ امام خمینیؒ کے روضے کا گنبد اور مینار دکھائی دینے لگے ایرانی قوم اپنے محسنوں اور روحانی پیشواؤں کو خراج عقیدت پیش کرنے اور ان کے فرامین پر عمل کرنے کو عبادت سے کم نہیں سمجھتی، الخمینی انٹرنیشنل ایئر پورٹ اور یہ مقبرہ اسی عقیدت کا مظہر ہیں ہم اس سے پہلے مقبرہ خمینی کی زیارت کر چکے ہیں اور اپنے سفرنامے میں تفصیل سے اس کا ذکر بھی کر

سر جھکائے نہ کوئی قیصر و کسریٰ کے حضور
کوئی شداد کی جنت کی طرف رُخ نہ کرے
اب کوئی "ظلِ الٰہی" کی نہ توقیر کرے
سرخمیدہ بہ درِ دربار نہ جائے کوئی
اب کوئی دستِ رعونت پہ نہ بوسہ دے گا
اب یہاں سر نہ اٹھائے گی شہنشاہی کبھی
بے اثر ہوگی نہ اب آہِ سحر گاہی کبھی
اب یہی اپنے تشخص کی علامت ہوگی
صرف اک قادرِ مطلق کی اطاعت ہوگی

جہاز کے پہیئے رن وے پر کھلے اور ہم نے ایک جھٹکا سا محسوس کیا جہاز دوڑتے ہوئے اپنی رفتار کم کرتا گیا اور وہ مرحلہ آیا کہ ہم نے شکرِ خدا کیا اور اپنا سامان لے کر آگے بڑھتے ہوئے عملے سے آنکھیں چار کرتے اور الوداع کہتے ہوئے ٹنل میں داخل ہو گئے۔ ہم تینوں اپنا سامان اُٹھا کر باہر آئے، اقبال جسکانی اور مظفر اقبال کا اٹیچی کیس گھومتے ہوئے برقی مال بردار پٹے پر تلاش کرنے لگے سامان ملا تو پروفیسر جسکانی کی جان میں جان آئی انھیں یہ فکر لاحق رہی کہ پرواز کی تبدیلی کے نتیجے میں ان کا سامان اِدھر اُدھر نہ ہو جائے، مسافروں کا استقبال کرنے والے ہاتھوں میں خوش آمدید کی تختیاں بلند کرتے دکھائی دیے مگر ہم میں سے کسی کا نام تختیوں پر نظر نہ آیا قدرے فکر لاحق ہوئی کہ اتنے میں ایک صاحب مسکراتے ہوئے فارسی میں ہم سے ہم کلام ہوئے "شما از لاہور" ہم نے کہا ہاں "جواب آیا خوش آمدید" "اسم شما" میں نے پوچھا جواب ملا "حشمتی" مختصر سوال اور مختصر جواب' یہ تھا ہمارا آقائے حشمتی کے ساتھ سلسلہ گفت گو اور وہ ہمیں کار میں بٹھا کر ایئر پورٹ سے باہر تک شاہراہ پر لائے اور تہران

کی طرف رخ کر لیا۔

خمینی انٹرنیشنل ایئر پورٹ تہران سے باہر اور کشادہ مقام پر بنایا گیا ہے، ہم نے چاہا تھا کہ بھرپور انداز میں اس ایئر پورٹ کا جائزہ لیا جاتا مگر آقائے حشمتی پروگرام کے مطابق ہمیں وہاں سے اس طرح کھینچ کر شاہراہ پر لے آئے جیسے انھیں یہ ہدایات دی گئی تھیں کہ مہمانوں کو جلد از جلد ہوٹل میں لے جا کر دوپہر کا کھانا کھلایا جائے تاکہ آرام کے لیے دو تین گھنٹے میسر آجائیں اس کے بعد تہران سے مشہد کے لیے سورج ڈوبنے سے پہلے ہمیں مہر آباد ایئر پورٹ پہنچا دیا جائے ہم تینوں کار میں شاہراہ کے دونوں طرف کے مناظر دیکھتے اور باتیں کرتے یہ سفر طے کر رہے ہیں یہ راستہ پہلے بھی دیکھا ہوا ہے ہم تہران سے قم اور وہاں سے عراق اسی راستے سے گئے اور آئے مگر اب یہ شاہراہ پہلے سے کہیں زیادہ کشادہ اور ہموار نظر آئی، سبزہ و گل، سرسبز و شاداب زمین اور مختلف مقامات پر سائن بورڈ نصب دیکھے، ان پر مختلف کمپنیوں کی مصنوعات کے اشتہار اور سفر کرنے والوں کی رہ نمائی کے لیے فاصلہ سمت اور رفتار سے متعلق معلومات فارسی اور بعض جگہ انگریزی زبان میں درج دکھائی دیں۔ اسی طرح شاہراہ کے کنارے نصب بورڈوں پر موجودہ اسلامی جمہوری حکومت کے پیداواری منصوبوں اور عوام کی فلاح و بہبود کے حوالے سے حاصل شدہ کامیابیوں سے عوام کو مطلع کیا گیا ہے۔ یہ بلند و بالا سائن بورڈ دور سے نظر آنے لگتے ہیں ہم ان پر سرسری نظر ڈالتے شہر کے مضافات کے قریب ہو رہے ہیں کہ دائیں طرف بانیٔ انقلاب اسلامی حضرت آیت اللہ العظمٰی امام خمینیؒ کے روضے کا گنبد اور مینار دکھائی دینے لگے ایرانی قوم اپنے محسنوں اور روحانی پیشواؤں کو خراج عقیدت پیش کرنے اور ان کے فرامین پر عمل کرنے کو عبادت سے کم نہیں سمجھتی، خمینی انٹرنیشنل ایئر پورٹ اور یہ مقبرہ اسی عقیدت کا مظہر ہیں ہم اس سے پہلے مقبرہ خمینی کی زیارت کر چکے ہیں اور اپنے سفرنامے میں تفصیل سے اس کا ذکر بھی کر

چلے مگر اب قریب سے گزرتے ہوئے سلامِ عقیدت بہ حضور امام خمینیؒ اپنے ہم سفر دوستوں کو سناتے ہوئے آگے نکل گئے، وہ شعر کیا ہیں صرف امام خمینیؒ سے اظہار عقیدت کا وسیلہ ہیں کہ اس مردِ حق نے شہنشاہی تمکنت کو پرِ کاہ کے برابر بھی نہیں جانا اور ایرانی عوام کے عروقِ مُردہ میں روحِ زندگی پھونک دی، یہ اشعار بھی اوصافِ خمینیؒ کے مظہر ہیں آپ بھی پڑھ لیجیے:

مردِ جری وہ پیکرِ عزمِ جواں بھی تھا
دشتِ وغا میں گونجتی حق کی اذاں بھی تھا

مرہم بنا وہ روح کے زخموں کا سر بسر
وہ چارہ گر تھا ہم پہ بہت مہرباں بھی تھا

برسا مثالِ ابر وہ بنجر زمین پر!
غم کی تمازتوں میں وہی سائباں بھی تھا

تھا بادبانِ کشتئ امت وہ بالیقیں
دریا بھی تھا وہ ساحلِ تسکینِ جاں بھی تھا

دے کر گیا ہمیں وہ نصابِ حیاتِ نو
عرفان و آگہی کا وہ تازہ جہاں بھی تھا

پیدا نہ کر سکے جو شہادت کی آرزو
اس کی نظر میں ایسا عمل رائیگاں بھی تھا

ہم سے بیاں ہوں وصفِ خمینیؒ تو کس طرح
ہر لحظہ اس پہ لطفِ امامِ زماں بھی تھا

تھا دشمنانِ دیں کے کلیجے کا تیر بھی
لیکن حضورِ خالقِ اکبر کماں بھی تھا

مقصودِ زندگی تھا حسن اس کا حرف حرف
عنوانِ حق تھا پرتوِ حُسنِ بیان بھی تھا

ہم تہران کے خوب صورت بازاروں میں داخل ہوئے بہت سے موڑ کاٹ کر ہماری کار ایک ہوٹل کے سامنے کھڑی ہوگئی، آقائے حشمتی نے ہمارا مختصر سامان کار سے نکالا ہم نے ان سے اپنا سامان لے کر آگے قدم بڑھائے، ہوٹل کی طرف رخ کیا کہ اتنے میں ہوٹل کے ملازم آئے اور ہم سے ہمارا سامان پکڑا اور اندر ایک گوشے میں رکھ دیا۔ ہم صوفوں پر دراز ہوئے، کچھ دیر بعد بذریعہ لفٹ اُوپر کی منزل میں جا پہنچے، اس ہوٹل کے دو کمروں میں ہم لوگ سما گئے۔ ہمارا قیام تین گھنٹوں سے بھی کم عرصے کے لیے ہے، جس میں تھوڑا سا آرام، کھانا اور نماز یہی کچھ ہو سکا ہمیں پہلے سے خبر تھی کہ ایران میں کھانا پھیکا اور مرچ مسالے کے بغیر ہوگا مگر بھوک میں اچھا لگا، بند بوتل میں دہی کی لسی نے مزہ دیا، کھانے کی میز پر بیٹھے، ایک خاتون نے مینو بتایا بل کہ اس نے پوچھا کیا چاہیے، مختصر یہ کہ حسبِ فرمائش ملا۔ دیر آید درست آید شاید ایسے موقعوں پر کہا جاتا ہے کہ خانم نے پہلے سلاد رکھا پھر مشروبات اور خاصی دیر کے بعد چلو کباب نیز کوبیدہ سلطانی وغیرہ آئے ہم نے پیٹ بھر کر کھایا آقائے حشمتی کا فون ملا کہ آپ لوگ نیچے تشریف لے آئیں۔ ہمارا سامان ملازم نیچے لے گیا اور ہم بھی نماز سے فارغ ہو کر باہر نکلنے کے لیے تیار ہونے لگے، مَیں نے کیمرہ کھولا اور جناب سیّد حسنین گردیزی اور علامہ نوری صاحب کے کمرے میں داخل ہوئے۔ مَیں نے کہا: لیجیے یہاں سے روانہ ہونے سے پہلے آپ کی تصویر کھینچ لی جائے۔

پروفیسر اقبال جسکانی بھی اسی کمرے میں آرام کر رہے تھے وہ بھی تصویر میں آ گئے، اِدھر سے ملازم نے فارسی میں کہا آپ کا انتظار کیا جا رہا ہے، مَیں لفٹ میں نیچے گیا ہمارا سامان کار میں رکھا جا چکا ہے۔ دوسری کار میں علامہ نوری جو ہم سے پہلے کی

فلائٹ میں جا رہے تھے انھیں رخصت کیا جا چکا ہے۔ موسم خوش گوار ہے مگر ایسا نہیں کہ خنکی کا احساس ہو ایسے موسم کو معتدل کہا جا سکتا ہے لیکن مشہد کا درجۂ حرارت یقیناً کم ہوگا۔ ہم اسی قسم کی گفت گو کر رہے تھے کہ عمامہ وقبا زیبِ تن کیے علامہ سید حسنین گردیزی نمودار ہوئے، میں فوری طور پر انھیں پہچان نہ سکا اور ہاتھ بڑھا کر میں نے متعارف ہونا چاہا وہ مسکرائے اور کہا ابھی تھوڑی دیر پہلے تو آپ نے ہماری تصویر کھینچی، آپ نیچے اترے اور مَیں نے اپنا لباس تبدیل کیا یہ سن کر مَیں شرمندہ ہوا اور ان سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا کہ آپ کو عمامہ اور قبا مبارک ہو۔ مگر قبلہ اُوپر کمرے میں آپ ہماری طرح نظر آئے خیر یہ بھی خوب رہی!

علامہ سید حسنین گردیزی باوقار شخصیت کے مالک ہیں، انھوں نے بحیثیت سائنس طالب علم ایف ایس سی کے بعد ایگری کلچر یونیورسٹی، فیصل آباد سے ایم ایس سی کیا۔ یہ تعلیم مکمل کرنے کے بعد وہ مطمئن نہ ہوئے ان کی فیزیکل کیمسٹری تبدیل ہوگئی، شعبۂ زراعت سے کنارہ کش ہو کر وہ دینی تعلیم کے حصول میں سرگرداں نظر آئے، وہ پاکستان میں دینی مدرسوں کے معیار کو بلند دیکھنا چاہتے ہیں چناں چہ انھوں نے قم کا رخ کیا اور جید علماء اور مجتہدینِ ایران کے سامنے زانوے تلمذتہ کرنے کا عزم ظاہر کیا، اب تک قم کی مختلف دینی درس گاہوں میں ایسے نابغۂ روزگار، اعلیٰ تعلیم یافتہ اور سائنسی علوم پر دسترس رکھنے والے کہاں جاتے ہیں مگر پاکستان کے شہر ملتان جسے مدینۃ الاولیاء کہا جاتا ہے اس شہر سے نسبت کے حوالے سے علامہ حسنین گردیزی نے دس سال قم میں دینی تعلیم حاصل کی گویا سونے پر سہاگہ' ان کا یہ شغف اور وارفتگی درس گاہِ محمدؐ و آلِ محمدؐ اور بابِ شہرِ علم نبیؐ پر ان کی جبیں سائی کام آگئی اور اب وہ راول پنڈی میں ایک عظیم الشان جامعہ الرضا کی بنیاد رکھ چکے ہیں، ان کی ہمت افزائی کے لیے سرچشمۂ ہدایت امام خمینیؒ کا دبستانِ فکر کافی ہے، ہم ان سے مکالمہ کرتے ہوئے شریکِ سفر ہیں، وہ کبھی

ہمارے ساتھ اور کبھی ہم سے جدا مگر وہ نظروں سے دُور ہو کر بھی دل کے قریں ہیں، ''نورِ معرفت'' کے مدیر اعلیٰ اور نور الہدیٰ ٹرسٹ کے بانی ہونے کے ناتے وہ محقق اور منتظم جیسی صفات کے مالک ہیں۔

ہمیں آقائے حشمتی مہر آباد ائیر پورٹ پر لے آئے، اب یہ ائیر پورٹ مقامی (Domestic) مقاصد کی بجا آوری کے لیے مخصوص ہو چکا ہے، درونِ ایران کہیں بھی جانا ہو اسی ائیر پورٹ سے آغاز سفر ہوتا ہے، شیراز، اصفہان زاہدان غرض ہر شہر کے لیے بذریعہ جہاز سفر کی سہولت موجود ہے، آقائے حشمتی ہمیں الوداع کہہ کر رخصت ہوئے اور ہم کرسیوں پر براجماں ہو کر انتظار کرنے لگے جہاز کو وقت پر چلنا تھا مگر بوجوہ دیر ہو رہی ہے۔ ایسا بھی نہیں دراصل ہمیں مشہد جانے اور اس سفرِ زیارت کے شوق کا انجام دیکھنا ہے، ہم بورڈنگ کا مرحلہ طے کرنے کے بعد منتظر بیٹھے ہیں کہ اشارہ ہو تو ہم ایک فاصلے پر کھڑے جہاز پر سوار ہونے کے لیے باہر نکلیں؛ ہوائی بس جو مسافروں کو مع ساز و سامان جہاز کی سیڑھیوں تک لے کر جاتی ہے لوگ اس کے منتظر ہیں آخر انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور مسافر بس کی طرف لپکے تاکہ مشہد کے جہاز میں سوار ہو جائیں۔ مَیں نے ایک جگہ لکھا ہے کہ سفرِ زیارت کی شرح آسان ہے لیکن شوقِ زیارت کا بیان مشکل ہے ہم مشہد میں ''جشنوارۂ امام رضا'' میں شرکت کے لیے جا رہے ہیں، جہاز میں ہماری طرح بہت سے مسافروں کے چہروں پر اس شوقِ زیارت کی پرچھائیاں نظر آ رہی ہیں، بروحانی مسرت کو الفاظ میں بیان کرنا آسان نہیں، ہماری خواب ناک آنکھوں میں نمی اور ہونٹوں پر درود و سلام کی مہک اس مژدۂ جاں فزا کی بدولت ہے کہ ہم خانوادۂ رسالت مآب کی عظیم المرتبت ہستی حضرت امام ہشتم علی بن موسیٰ الرضا کے ظہورِ پُرنور کی تقریبات میں شریک ہونے جا رہے ہیں۔ ہمیں اپنی قسمت پر ناز کرنا چاہیے یقیناً رب العالمین کے علم میں یہ بات تھی کہ پاکیزہ روحیں اپنے

وعدے پر قائم رہیں گی حقیقت یہ ہے کہ روزِ الست ہی ارواح سے اللہ تعالیٰ نے یہ عہد و پیماں لیا تھا اور موجبِ تخلیقِ کائنات ہستیاں جانتی تھیں کہ ان سے تمسک رکھنے والے بندگانِ خدا کون ہوں گے اسی طرح وہ خوش نصیب صاحبان ایمان کون ہوں گے جو اہل حق کی معرفت رکھنے کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری کو شعار زندگی بنائیں گے یہی وجہ ہے کہ چودہ سو برس سے زیادہ عرصہ گزر جانے کے باوجود سفرِ زیارت اور شوقِ زیارت فزوں تر ہے۔

تہران سے مشہد:

ہم تہران سے مشہد کے ہوائی سفر میں ایران کی ہوا پیما کمپنی ماہان کی میزبانی کا معیار دیکھنے کے خواہش مند ہونے کے سبب انتظار کرنے لگے کہ دیکھیے اس مختصر سفر میں جو ڈیڑھ دو گھنٹے کے قریب ہے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا اس لیے کہ تہران سے مشہد کا فاصلہ غالباً ۹۸۰ کلومیٹر ہے، جہاز کی رفتار ۸۵۰ کلومیٹر فی گھنٹہ ہے البتہ روانہ ہوتے سپیڈ پکڑنے اور فضا میں بلند ہونے میں کچھ وقت درکار ہوتا ہے اسی طرح مشہد کی حدود میں داخل ہونے سے پیشتر رفتار اور بلندی کم ہونا شروع ہو جاتی ہے بہر حال جس طرح لاہور سے کراچی پہنچنے میں ڈیڑھ گھنٹے دو گھنٹے درکار ہوتے ہیں اسی طرح تہران سے مشہد کا ہوائی سفر اتنا وقت لیتا ہے ہمیں ڈنر بکس، مشروب اور چائے یا کافی پیش کی جا رہی ہے اور پروفیسر اقبال جکانی میری طرح ہوائی میزبان کی عنایت خسروانہ کے منتظر ہیں، ایک نہایت لذیذ کیک رول مع اور لوازمات سے پیٹ پوجا کی، مشروب پیا اور چائے سے لطف اندوز ہوئے مگر یوں لگا جیسے کچھ کھایا ہی نہیں، ہلکے پھلکے بیٹھے رہے کہ اعلان ہوا جہاز مشہد کے قریب ہے اور پندرہ منٹ بعد ائیرپورٹ پر اُتر جائے گا، فاسٹ فوڈ کا رواج اب جگہ جگہ ہو چکا ہے اور ڈسپوزایبل (Disposable) چیزیں ہر جگہ استعمال ہو رہی ہیں مسافروں کے آگے سے ڈبے،

پلاسٹک کے چمچے، چھریاں، گلاس اور پیالیاں جمع کی جارہی ہیں، ہوائی میزبان ماہان ایئر کمپنی کی تشہیر کے حوالے سے کہ آپ کا سفر آرام دہ رہا اور آئندہ بھی ہمیں اپنی خدمت کا موقع فراہم کریں گے یہ اعلان تمام ہوا اور یوں سفر اپنے اختتام کو پہنچنے کے قریب ہے تمام مسافروں کو بخیریت سرزمین طوس پر قدم رکھنے کی آرزو بے قرار کر رہی ہے، مشہد مقدس کی فضاؤں میں نور و نکہت ایک دوسرے کے گلے کیوں نہ ملیں کہ یہاں کی فرماں روائی خاندانِ نبوتؐ کے ہاتھ ہے، امام رضا علیہ السلام کا یہ شہر دنیا کے دوسرے شہروں سے مختلف ہے، صرف مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ، نجف اشرف اور کربلائے معلیٰ ایسے مقدس شہر ہیں جو مشہدِ مقدس سے افضل ہیں بل کہ یوں کہا جائے کہ جس طرح حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت کے سبب مدینہ منورہ مسلمانوں کی عقیدت کا مرکز و محور ہے، مکہ مکرمہ کو بیت اللہ، نجف اشرف کو مولائے کائنات علیؑ ابن ابی طالبؑ، کربلائے معلیٰ کو سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کے حوالے سے قابلِ احترام اور لائقِ حرمت سمجھا گیا ہے اسی طرح مشہدِ مقدس کو اہل بیتِ نبوت کے بطلِ جلیل اور سلسلۂ امامت کے گوہرِ ہشتم امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کا مدفن ہونے کے سبب اور مرکزِ عقیدت و مودت ہونے کے ناطے ایسی فضیلت حاصل ہے کہ یہاں ہمہ وقت زائرین کا ہجوم رہتا ہے، چشمِ عقیدت یہاں باوضو ہوتی ہے، دعاؤں کا تسلسل قائم رہتا ہے، یہی وہ پاک سرزمین ہے جہاں رات کے وقت بھی دن کا سماں رہتا ہے۔ کیوں نہ ہو:

مشہد کی زمیں گوہرِ ہشتم سے ہے روشن
سورج بھی اسی خاک کے ذروں سے بنا ہے

جہاز مشہد کے رن وے پر کچھ دیر دوڑنے کے بعد ایک مقام پر رکا۔ ہم نے شکر ادا کیا، دروازہ کھلا اور مسافر اپنا سامان سنبھالے دروازے کی طرف آہستہ قدم چلنے لگے، جہاز کے عملے میں مرد اور خواتین دروازے کی طرف جانے والے راستے میں شائستگی کے ساتھ الوداع کہنے لگے ہم جہاز کے ساتھ لگی سیڑھی سے اترے، ہوائی بس

میں سوار ہوئے اور لاؤنج میں آئے۔ جہاں سامان کا معائنہ ہوا اور اس سے پہلے قطار میں کھڑے ہو کر پاسپورٹ پر مہر ثبت کرنے کا مرحلہ طے کیا سامان کے علاوہ موبائل، گھڑی، بیلٹ، بیگ وغیرہ سکرین سے گزارے گئے، اس افراتفری میں میرے ذاتی بیگ سے مشابہ ایک بیگ میرے ہاتھ لگا میرا بیگ ایک ایرانی مسافر نے اُٹھایا اور ہم آگے بڑھنے لگے، ایرانی مسافر نے شاید زپ کھول کر دیکھا، وہ فوراً پلٹ کر آیا، ہمیں اپنی غلطی کا احساس ہوا، ہم دونوں ایک دوسرے سے معذرت کرتے ہوئے مسکرائے اور بیگ کا لین دین بخیر و خوبی ہو گیا ورنہ بہت پریشانی اُٹھانا پڑتی، ہم اس جگہ وارد ہوئے جہاں برقی پٹے پر سامان گھوم رہا ہے، مظفر اقبال اور پروفیسر اقبال جسکانی اپنے اپنے اٹیچی کیس کے منتظر کھڑے دیکھتے رہے خدا خدا کر کے دونوں کو کیے بعد دیگرے کامیابی ہوئی۔ ٹرالی پر سامان لادا اور باہر کی طرف نظر دوڑائی، بہت سے لوگ کارڈ اونچا کیے اپنے مہمان مسافر کو خوش آمدید کہنے اور پہچاننے کی کوشش کر رہے ہیں، ہم لوگوں نے دیکھا کہ ان میں ہمارا استقبال کرنے والا کوئی نہیں ہے لیکن ایسا نہیں تھا بلکہ وہ ہماری تلاش میں سرگرداں دکھائی دیے، ان میں آقائے نبی زادہ، امیر داؤد، مہدی ابراہیمی اور مہدی یاراں نمایاں تھے جو ہمیں خوش آمدید کہنے اور متعارف ہونے میں عجلت سے کام لینے لگے۔ چلیے شکر ہے کہ رات کے وقت ہمیں کسی قسم کی پریشانی لاحق نہیں ہوئی۔ وہ سب بھاگ دوڑ کرنے لگے تھوڑی دیر میں انھوں نے کاروں کا انتظام مکمل کیا اور ہمیں بیٹھنے اور ہوٹل لے جانے کی خاطر باہمی مشورے کیے۔ لاہور سے رات کے پچھلے پہر روانہ ہو کر ہم اگلی رات مشہد میں وارد ہوئے، ظاہر ہے کہ دوبئی کے راستے تہران اور وہاں سے مشہد آنے میں وقت لگا ورنہ لاہور سے مشہد آنے میں تین چار گھنٹے درکار ہیں بشرطیکہ سیدھے سبھاؤ سفر ہوتا، ہم اس سے پہلے امام خمینیؒ کی پہلی برسی پر لاہور سے تہران تین گھنٹے میں آ گئے تھے۔

مشہد میں قیام:

آج ہم سرکاری مہمان کی حیثیت سے مشہد میں آئے اور ہمیں ہتل لالہ میں ٹھہرایا گیا، مہر آباد سے اس ہوٹل میں آتے ہوئے راستے میں دیکھا کہ شہر دلہن کی طرح سجا ہوا ہے روشنیوں کا سیلاب، پرچم اور جھنڈیاں، بینر اور پوسٹر اس کثرت سے نظر آئے کہ دوکانوں، عمارتوں، بلند و بالا مقامات، مساجد اور مدرسوں غرض کوئی جگہ ایسی نہیں تھی جہاں امام رضا علیہ السلام کے یوم پیدائش ۱۱ ذی قعد سے پہلے ہی جشن کی تیاری کے لیے یہ اہتمام نہ کیا گیا ہو، ہم ہوٹل کے باہر گاڑی سے اُترے تو اس "ہتل لالہ" جسے میں نے گل لالہ کا نام دیا پوری آب و تاب کے ساتھ جگمگا رہا تھا خود کار شیشے کے دروازے کھلتے اور بند ہوتے رہے، ہم سیدھے لاؤنج میں آئے جہاں ایک طرف بڑے فریم کے اندر امام رضا علیہ السلام کے روضے کی شبیہ اس قرینے سے تیار کی گئی ہے کہ اصل کا گمان گزرتا ہے، ہم دم بخود اس حسین و جمیل مرقعے کو دیکھنے میں محو ہو گئے، بائیں طرف صوفے لگائے گئے ہیں اور سامنے کاؤنٹر پر ایک خاتون استقبالیہ مقام کے پہلو میں ایستادہ ہے، صرف چہرہ نظر آیا جس پر سادگی تحریر ہے، مسکرائی اور ہم کلام ہوئی میں نے دل میں کہا یہ حُسنِ سادہ اور فرض کی انجام دہی اور گفت گو ایسی کہ چہکتی ہوئی بلبل خاموش ہو جائے سچ یہی ہے کہ:

پھول جھڑنے کا تماشا دیکھنا اچھا لگا
اس شگفتہ رو کے لب پر سادگی تحریر ہے

ہم سفر کی تکان کے باوجود خوش و خرم اور ہنستے بولتے ہوٹل کی لفٹ کی طرف بڑھنا چاہتے تھے کہ آقائے نبی زادہ نے کہا آپ سب اپنے پاسپورٹ کاؤنٹر پر موجود خانم کے پاس جمع کروا دیجیے، ہینڈ بیگ میں رکھا ہوا پاسپورٹ نکالا اور شگفتہ رو خانم کی طرف بڑھا دیا میں نے آہستہ سے کہا "سپردم بتو مایۂ خویش را" خانم نے سب کے

پاسپورٹ بائیں طرف بڑی الماری کے ایک خانے میں رکھ دیے، ہم لفٹ میں تیسری منزل ۳۰۷ نمبر کمرے کے سامنے کھڑے ہو کر نعرہ زن ہوئے کھل جا سم سم اور دروازہ کھلا مگر یہ ہمارا کمال نہیں بل کہ ایک کمپیوٹرائزڈ کارڈ کا کمال ہے کہ اسے دروازے میں ہینڈل کے قریب ایک ننھے سے شگاف میں ڈالا اور بٹن دبایا' لیجیے دروازہ کھلنے کے آثار ظاہر ہوئے، بھئی خوب یہ سب کمالات اس میکانزم کے ہیں جو حضرت انسان حاصل کر چکا ہے، ہم کمرے میں داخل ہوئے، تین بیڈ پر مشتمل یہ کمرہ جس میں ضرورت کی ہر چیز موجود ہے، ڈریسنگ ٹیبل، آئینہ، ٹی وی، فریج، ہر بیڈ کے ساتھ سائیڈ ٹیبل، جائے نماز، تسبیح وسجدہ گاہ ہم سب نے فیصلہ کیا کہ منھ ہاتھ دھو کر بل کہ وضو کر کے اور نماز قصر پڑھ کر فارغ ہو جائیں، قبلہ کس طرف ہے، جانے ہم میں سے کس نے جائے نماز بچھائی، غالباً پہلے اقبال جسکانی نماز سے فارغ ہوئے، میں بقول منیر نیازی اکثر دیر کر دیتا ہوں اس لیے سب سے آخر میں مجھے موقعہ ملا، یہی نماز فجر کا دستور رہا، اب ذرا یہ لطیفہ سنیے، ہم نے اپنے قیام کے دوران میں جو نماز کمرے میں پڑھی وہ اسی رخ پر نیت باندھ کر پڑھی مگر آخری دن مظفر اقبال کہنے لگے ہماری نماز قبلہ رخ کب رہی ذرا اُوپر چھت پر لگے سٹیکر پر نگاہ کیجیے، ہم نے دیکھا کہ تیر کا نشان قبلہ کا رخ ظاہر کر رہا ہے، گویا ہم غافل رہے مگر ہمارا کیا گناہ ہے یہی نشان دیوار پر ہوتا جیسا کہ اکثر دیکھنے میں آتا ہے مگر چھت پر یہ تیر کا نشان دیکھتے ہی ہم نے جائے نماز کا رخ تبدیل کیا، بائیں سے ذرا سے دائیں ہوئے اور صرف وہی نماز صحیح رخ پر پڑھی، اللہ معاف کرے گا ہم نے عملاً ایسا نہیں کیا۔ ہمارے لیے اعادہ کرنا محال ہے اس لیے کہ وقت کم اور مقابلہ سخت ہے۔

پہلی رات ہم تھکے ماندے اور جاگنے کے سبب ہمارے پیٹ میں چوہے دوڑنے لگے، کھانا ملے گا یا نہیں، ہم نے سرِ شام جو کچھ کھایا وہ ہضم ہوا اقبال جسکانی کہنے لگے مجھے کھانا کھائے بغیر نیند نہیں آئے گی، ابھی ہم کمر سیدھی کرنے کی خاطر بستر

پر دراز ہوئے تھے کہ فون آیا آپ نیچے لاؤنج میں آجایئے، مظفر اقبال مسکرائے بلاوا آگیا، کھانا تیار ہے، ہم تینوں کمرہ بند کر کے لفٹ سے نیچے آئے، ہماری طرح دوسرے کمروں میں مقیم مہمانانِ گرامی کھانے کی میزوں پر براجمان ہیں، اگرچہ نیند کے سبب پلکیں بوجھل ہیں لیکن کھانے کی خوشبو سے دل و دماغ میں ارتعاش سا پیدا ہے کہ دیکھیے کیا ملتا ہے، سوپ ایسا جیسے حلیم مگر ہلکا نمک، پیالہ بھر پی کر تھکن غائب ہوگئی۔ اتنے میں چلو کباب کی پلیٹ آئی، چاولوں پر زعفران کا چھڑکاؤ، مکھن، پنیر، ٹماٹر البتہ فلفلِ سرخ ندارد۔

یہاں بہت سے احباب سے ملاقات ہوئی جو پاکستان کے دوسرے شہروں سے آئے ہیں، ان میں کراچی اور راول پنڈی اسلام آباد سے جو لوگ آئے وہ بھی ہماری طرح "جشنوارۂ امام رضا" میں شرکت کے لیے مدعو کیے گئے ہیں، ابھی ہم ان سے متعارف نہیں ہوئے صرف صورت آشنائی کا مرحلہ طے ہو سکا، تین روزہ تقریبات میں ملاقاتوں کا سلسلہ رہے گا تو "اور کھل جائیں گے دو چار ملاقاتوں میں" ہم کھانے سے فارغ ہو کر اُوپر کمرے میں آئے، پہلے بستر پر مظفر اقبال، درمیان میں اقبال جسکانی اور دیوار سے لگے بیڈ پر مجھے جگہ ملی، آپس میں گفت گو کا در کھلا تو بے تکلفی بڑھنے لگی۔ ابتدا میں یہی خیال کیا کہ مظفر اقبال مجھ سے عمر میں بڑے ہوں گے لیکن بڑائی اور بزرگی میرے مقدر میں ہے کہ مَیں زندگی کی اکاسی (۸۱) بہاریں دیکھ چکا ہوں جب کہ مظفر اقبال دیکھنے میں بڑے لیکن سن و سال میں کہتر، عقل و دانش میں افضل اور اخلاق و شائستگی میں اپنی مثال آپ، یہی حال کم و بیش پروفیسر اقبال جسکانی کا ہے کہ ہر لحظہ سرگرم عمل "تیز ترک گامزن منزل ما دور نیست" یہی ان کا چلن ہے، گذشتہ اگست ۲۰۱۲ء میں ریٹائر ہوئے مگر پنشن ملنے میں دیر ہو رہی ہے وہ ارادے کے پکے اور راجن پور میں اپنی برادری کے سرغنہ، علم و اَدب سے گہرا شغف رکھنے والے بلند آہنگ

نظارہ کرتے یا آپس میں باتیں کرتے ہم سب مطمئن نظر آئے، پہلے دن ہر شخص میں تجسس اور چہروں پر تحریر حیرانی اور شادمانی کے حوالے سے ہم آئینہ یک دگر بنے ہوئے ہیں، ہماری رہ نمائی اور پذیرائی کے لیے نوجوان اور اعلا تعلیم یافتہ افراد ہمیں اپنے حصارِ محبت میں لیے رواں دواں دکھائی دیے، ان میں بیشتر وہی لوگ ہیں جو ہمیں مشہد کے ایئر پورٹ پر لینے کے لیے آئے، ہمارا مختصر انٹرویو کیا اور اب وہ ہمیں فلائنگ کوچ میں یہاں لائے، یہ مقامات پہلے سے دیکھے ہوئے ہیں کتب خانۂ مرکزی آستانِ قدس کی طرف جانے کے لیے ہمیں گزرگاہِ شیخ طوسیؒ سے گزرنا ہے، ذرا آگے چل کر ہمارے بائیں طرف صحنِ جمہوری اسلامی دکھائی دیا اور دائیں جانب کتب خانۂ مرکزی ہے، ہمیں اسی مقام پر رکنا ہے جب کہ ہمارے سامنے ایک فاصلے پر وہ جگہ دکھائی دے رہی ہے جسے صحنِ انقلابِ اسلامی کہا جاتا ہے۔ روضۂ اطہر کو دُور سے دیکھ کر اسلام علیک یا غریب الغربا بے ساختہ زبان پر آ گیا' درود کا ورد کیا اور اس مرحلے میں ہم نے زینے پر قدم رکھا اور اندر بائیں طرف مڑے اور وہاں سے دائیں طرف بہت بڑے ہال کا دروازہ کھلا پاکر اندر داخل ہوئے۔ ابھی شرکائے اجلاس ہماری طرح خالی نشستوں پر بیٹھتے جارہے ہیں مگر ہمیں آگے بڑھنے اور اگلی نشستوں پر بیٹھنے کا اشارہ کیا گیا۔ ہمیں مہمانانِ خصوصی میں شمار کیا گیا ہے، ہمارے سامنے ایک بلند شہ نشین پر کرسیاں رکھی ہوئی دکھائی دیں مگر ابھی آج کے سیمینار کے صدر نشیں تشریف نہیں لائے، پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا ہم خاموشی کے ساتھ سر جھکائے سنتے رہے، جو شخص نظامت کے فرائض انجام دے رہا تھا اس کی نگاہ دروازے پر لگی تھی، میں نے پرزہ کاغذ کو پڑھا تو معلوم ہوا کہ اس میں خصوصی خطاب آقائے ولایتی سابق وزیر خارجہ کا ہے، نعت خوانی، منقبت اور جشنوارہ امام سے متعلق منظومات ترنم سے پڑھی جاچکیں' اسی مختصر عرصے میں دیکھا تو ہال سامعین سے بھرا ہوا پایا، نظم وضبط کا یہ عالم ہے کہ کسی قسم کا شوروغل نہیں، کہیں انتظامیہ

کی طرف سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، جیسا دیس ویسا بھیس، ہم بھی چپ کی مہر لگائے بیٹھے ہیں کہ اتنے میں دیکھا آقائے ولایتی تشریف لائے انھیں سٹیج پر تشریف لے جانے اور خطبۂ صدارت پیش کرنے کے لیے کہا گیا، کسی قسم کی ہلچل نہیں مچی، بل کہ وہ اکیلے صدارتی کرسی پر بیٹھے اور تقریر کا آغاز کیا، لوگ ہمہ تن گوش ہیں، وہ مسلسل اظہار خیال کرتے گئے ہم سنتے رہے، ان کی گفت گو کا خلاصہ یہ ہے کہ حکومت اسلامی جمہوری ایران کسی نام نہاد سُپر طاقت کو تسلیم نہیں کرتی، اس کرۂ ارض پر تمام قومیں آزاد ہیں، ہمیں دنیا کو گہوارۂ امن بنانا ہے جس کے لیے سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہم سب ایک دوسرے کا احترام کرنا سیکھیں ہم جوہری توانائی کے حصول کو اپنا حق سمجھتے ہیں ملکی ترقی کے لیے جدید ترین ٹیکنالوجی کو اپنانا ہوگا۔ ہماری تمام تر جدو جہد مستضعفین کی مدد کرنا ہے، امریکا صرف اپنے مفادات کو عزیز جانتا ہے ہم مشرق و مغرب کے تمام ملکوں کو ترقی کرتے دیکھنا چاہتے ہیں، خصوصاً مسلم ممالک کو چاہیے کہ وہ باہمی اخوت اور عوام کی فلاح و بہبود پر بھرپور توجہ دیں، اسرائیل انسان دشمن قوت بن کر ابھرنا چاہتا ہے، ہم صیہونیت کے خلاف آواز بلند کرنا ضروری خیال کرتے ہیں اور اپنے وسائل کو اُمت مسلمہ کی بہتری کے لیے وقف کرنا اپنا فرض تصور کرتے ہیں آقائے ولایتی سلجھے ہوئے انداز میں سیمینار سے خطاب کرتے رہے۔ ان کی تقریر دلپذیر اور ایران کے روشن ضمیر عوام کی ترجمان نیز امریکا کی تنگ نظری کو طشت ازبام کرنے کا وسیلہ قرار پائی مجھے یوں لگا کہ ان کی تقریر میں دل کی آواز ہے بقول غالبؔ:

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
مَیں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

آقائے ولایتی نے قریباً ایک گھنٹہ خطاب کیا جس میں امامِ ہشتم حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کے حضور اظہار عقیدت بھی کیا گیا، یقیناً اہلِ ایران خوش نصیب

ہیں کہ سرزمین طوس ان کی بدولت سجدہ گاہ ملائک بن گئی کہ جبریلؑ امین بھی درود پڑھتے ہوئے آستانِ رضویہ پر نازل ہوتے ہیں۔ یہ خانوادۂ رسالت مآب کا اعجاز ہے کہ ان کے روضۂ پُرنور پر دعاؤں کا تسلسل برقرار رہتا ہے، ہجوم زائران سے ایک لمحے کے لیے یہ جگہ خالی نہیں پائی گئی چناں چہ آقائے ولایتی نے اس جشن میں شمولیت کو اپنا اعزاز قرار دیا، صدرِ مملکت اسلامی جمہوری ایران ڈاکٹر محمود احمدی نژاد نے امریکا کے مرکزی شہر نیویارک میں اقوامِ متحدہ کے اجلاس میں خطاب کرنا تھا اس لیے وہ تشریف نہ لا سکے مگر ان کا پیغام ملا کہ وہ خود اس بابرکت جشن میں شمولیت سے محروم ہوئے لیکن انھوں نے ملت اسلامیہ کی بیداری اور ان کے حقوق کی بحالی کے لیے ایسی جدوجہد کا آغاز کیا ہے کہ آئندہ کسی نام نہاد سپر طاقت کو یہ جرأت نہ ہوگی کہ وہ نبی کریم حضرت محمد ﷺ اور جملہ انبیائے کرام علیہم السلام کے خلاف ہرزہ سرائی کر سکے دوسرے انھوں نے جوہری قوت کے حصول اور تعمیری مقاصد کے لیے جدید ٹیکنالوجی پر دسترس حاصل کرنے میں ہر رکاوٹ کو دُور کرنے کا عزم ظاہر کیا اس طرح انھوں نے اقوام متحدہ کی تنظیمِ نو یا تشکیلِ نو کرنے اور تمام ملکوں کے برابر حقوق تسلیم کیے جانے پر زور دیا، یہ سیمینار ایک مقصد کے پیشِ نظر انعقاد پذیر ہوا اور مغرب سے پہلے اختتام پذیر ہوا۔

ہم نے نماز ظہرین پڑھنے کی خاطر ہال سے باہر آنے میں عجلت کی، ابھی سورج ڈوبا نہیں تھا کہ مظفر اقبال اور پروفیسر محمد اقبال جسکانی سیدھے ان صفوں میں گھس گئے جو نماز مغرب کے لیے بن چکی تھیں، ہم نے جیسے کیسے دو دو رکعت نماز ظہرین قصر ادا کی، ہجوم بے کراں، اجنبی چہرے اور ''زبان یار من ترکی و من ترکی نمی دانم'' کیا کیا جائے ہمارے آباء و اجداد فارسی بولتے پڑھتے اور لکھتے رہے مگر انگریزی عمل داری کے زمانے میں سب کچھ بھلا بیٹھے، ہمارے جد امجد سید تقی متقی ایران کے شہر سبزوار سے وارد ہند ہوئے اور پرگنہ اکبر پور پٹی انبالہ میں آباد ہو گئے، ہم نسل در نسل اسی شہر کے محلہ

سادات کاظمیہ قاضی واڑہ میں رہتے چلے آئے، ہماری زبان بدل گئی جب کہ ہمارے شجرۂ کاظمیہ میں سید تقی متقی قاضیٔ وقت نے اپنا سفر نامہ فارسی زبان میں یادگار چھوڑا جسے ہمارے شجرۂ نسب میں محفوظ کرنے والے حاجی سید لطیف حسین کاظمی اور حاجی سید ظفر حسین کاظمی ہیں جو صاحب علم اور پیکرِ شرافت تھے ہم فارسی کیسے بولتے صرف سمجھنے کی کوشش کرتے رہے جب کہ پروفیسر جسکانی فارسی اُدب کے اُستاد سمجھتے اور بولتے پائے گئے نماز ظہرین فرادہ پڑھی لیکن مغرب کی اذان بلند ہوئی امام رضا علیہ السلام کے روضے پر بیک وقت آٹھ جگہ نماز پڑھنے کا بندوبست کیا جاتا ہے، یہ نماز پنج گانہ باجماعت ہوتی ہے جو صحن جامع رضوی، صحن کوثر، صحن عزیز، صحن جمہوری، رواق امام خمینی، صحن آزادی، صحن انقلاب اور صحن حُر عاملی کے علاوہ مسجد گوہر شاد میں اُدا کی جاتی ہے، جشن کے موقع پر دس یا بارہ لاکھ زائرین صبح وشام اور تمام رات عبادت میں مصروف دکھائی دیتے ہیں اللہ اکبر! یہ منظر نامہ دل ودماغ میں روحانی کیف وسرور پیدا کرتا ہے، اس روضے پر حاضری کے لیے ماہ محرم اور ماہ صفر میں ستر لاکھ سے زائد زائرین مختلف ملکوں، شہروں اور قصبوں سے آتے ہیں، مجمعین رسالہ کے مطابق یہ اعداد وشمار احتیاط سے مرتب کیے گئے ہیں کہ امام ہشتم کے گنبد ومینار سے جو شعاع نور پھوٹتی ہے اسے کروڑوں زائرین دیکھتے ہیں:

فردوس نظر گنبد و مینار شب و روز — رہتی ہے یہاں بارش انوار شب و روز
یوں چشمِ عقیدت سے برستی ہیں گھٹائیں — ہر شخص دعاؤں میں ہے سرشار شب و روز

خانۂ ملک اور ثقافت ایران:

جشنوارہ امام ضامنؑ کا اہتمام حکومتِ ایران اور سرزمینِ طوس میں آباد عقیدت مندوں کے خیر عمل کا مظہر ہے کہ یہاں پورے ملک ایران سے لوگ کشاں کشاں آتے ہیں ملک کے دوسرے حصوں میں بھی محافلِ ذکر برپا ہوتی ہیں۔ ۱۱/ذی قعد

یومِ ظہور پر نور ہونے کے ناتے عیدِ سعید کی طرح منایا جاتا ہے، مشہدِ مقدس کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہاں ہر طرف میلے کا سماں ہے، سرکاری اور غیر سرکاری عمارات پر پرچم لہرا رہے ہیں شاہراہوں پر جگہ جگہ امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کے اقوال اور ان کے روضۂ اطہر کی قد آدم تصاویر آویزاں ہیں۔ ہمیں آج کی مصروفیات سے آگاہ کیا گیا، مختلف ملکوں سے آئے ہوئے مہمانوں کو ایران کی مصوری اور خطاطی کے مرکز خاص خانۂ ملک لے کر جائیں گے دو فلائنگ کوچوں میں مہمانوں کو بیٹھنے کی درخواست کی گئی، ہمارے ساتھ مختلف اخباروں کے رپورٹر بھی بٹھائے گئے ہیں ان میں مہدی ابراہیمی زندہ دل، ہنس مکھ اور اُردو زبان کا ایسا شیدائی جو اُردو سیکھنا چاہتا ہے، مَیں نے اسے آسان، عام فہم دو شعر سنائے اور یاد کرنے کو کہا:

علیؑ سے جس کو اُلفت ہوگئی ہے
ہمیں اس سے محبت ہوگئی ہے
علیؑ جانے علیؑ کا کام جانے
علیؑ کہنے کی عادت ہوگئی ہے

وہ فارسی لہجے میں شعر دہرانا چاہتا ہے، ہم اس کے لہجے سے لطف اندوز ہو رہے ہیں، ہم مختلف شاہراہوں سے گزرتے ہوئے خانۂ ملک کے سامنے آگئے ہیں، سڑک کشادہ ہے، ہماری کوچ کنارے آ گئی ٹریفک رواں دواں ہے ہم آہستہ آہستہ اُترے اور خانہ ملک کے باہر کھلی جگہ یک جا ہوگئے، دوسری کوچ بھی آگئی، یہ عمارت اور اس کا بیرونی حصہ جدید ہے لیکن اندر داخل ہوئے تو پرانے آثار ظاہر ہونے لگے، چھت کی طرف دیکھا تو ایسی کڑیاں اور شہتیر نظر آئے جیسے ہمارے پرانے گھروں میں ہوا کرتے ہیں مگر کڑیاں گول اور لمبی دیکھ کر خیال آیا کہ یہاں ہمارے پرانے گھروں کی چھتوں سے ذرا مختلف ہیں پھر بھی قدرِ مشترک کے حوالے سے مجھے تنویر سپرا کا شعر

یاد آیا:

چھت کی کڑیاں جانچ لے دیوار و در کو دیکھ لے
مجھ کو اپنانے سے پہلے میرے گھر کو دیکھ لے

ہم نے اندر قدم رکھا اور ہر طرف ایران کی ثقافت جلوہ نما تھی یوں لگا کہ ہم کسی آئنہ خانے میں کھڑے ہیں، اسے آئنہ حیرت ہی کہا جائے گا، ہر چیز سلیقے اور قرینے سے سجا رکھی ہے، رنگوں کی بہار، خطوط کی دل آویزی، شیشوں کے فریم میں رکھے ہوئے ظروف، خوب صورت نقش و نگار، حاشیے بیل بوٹوں سے مزین، نگار خانۂ فطرت کا عکسِ جمیل، دیواروں، محرابوں اور دروازوں اور ان کمروں کے درمیانی حصے میں نازک آبگینوں کے خواب ناک مرقعے دیکھنا خود فراموشی اور بے خودی سے ہم کنار ہونا ہے، ہماری یہ حالت ہے کہ سراپا تجسس اور محوِ حیرت انگشت بدنداں، کیا صنعت گری ہے! ہم کہ سطحی اندازِ نظر رکھنے والے صرف ان مرقعوں کی تصویریں کھینچتے رہے یا مہر بلب رہے پہلے کمرے سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے کمرے میں گویا سیرِ گل کا منظر نامہ ہماری نظروں کے سامنے ہے، یہاں مختلف فنون سیکھنے اور تخلیقی کام کرنے والے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اپنے اپنے کام میں مصروف پائے گئے، کہیں خطاطی، کہیں مصوری، منی ایچر، ڈیزائن اور کیا کیا کچھ ہر فن کار اپنی دھن میں، دنیا و مافیہا سے بیگانہ اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے میں مگن ہے یہاں تک کہ انھوں نے ہماری موجودگی کو بھی اس طرح نہیں جانا اور نہ دیکھا کہ اپنا کام چھوڑ دیتے، خطاطی سے دل چسپی اہلِ ایران کے خون میں شامل ہے، صدیوں سے یہ فن معجزے دکھا رہا ہے، خطِ نستعلیق ان کا محبوب خط ہے یہ الگ بات ہے کہ وہ دوسرے خطوط پر بھی کام کر رہے ہیں، فنِ خطاطی کو مسلمانوں کے دستِ ہنر نے بامِ فلک تک پہنچا دیا، مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا فرمان ہے کہ اپنے بچوں کو خطاطی سکھاؤ، یقیناً اسلامی

تشخص اور امت مسلمہ کی پہچان فنِ خطاطی سے ہوئی، مسلمان مشرق و مغرب میں جہاں بھی گئے فنِ خطاطی کی بدولت اقوامِ عالم میں متعارف ہوئے، تاریخی عمارات کی محرابوں پر جہاں بیل بوٹے علمِ ریاضی کے مظاہر خطوط، زاویے اور دائرے نمایاں نظر آتے ہیں وہاں قرآنی آیات، احادیث، اشعار اور اقوال کو فنِ خطاطی کی بدولت ابد آشنا بنا دیا گیا، ایران میں اس شعبۂ فن کو اہمیت حاصل ہے مگر پاکستان میں حکومت کی سطح پر اس فن کو نظر انداز کرنے کا ناقابلِ رشک رویہ پایا جاتا ہے ہم خانۂ ملک میں قریباً ایک گھنٹہ ٹھہرے، بھارت سے آئے ہوئے وفد میں محمد کمیل سے تعارف ہوا، سیدھے سادے لباس میں ان کی شخصیت پُرکشش نظر آئی، بھارت میں آباد اہلِ علم مسلمان اپنی آئندہ نسلوں کے عقائد کو صحت مند بنیادوں پر استوار دیکھنا چاہتے ہیں یہ کام آسان نہیں، انھیں بھارتی مسلم تشخص کی حفاظت کے لیے دیوی دیوتاؤں کے تصور کی حقیقت کو آشکار کرنا پڑے گا، بھارت میں جو معاشرہ تشکیل پا رہا ہے اس میں ہندو مسلم کلچر کے اشتراک پر توجہ دی جا رہی ہے جس کے نتیجے میں تعلیم یافتہ نوجوان شادی کرنے میں آزاد ہیں، ہندو لڑکی کسی مسلم لڑکے سے اور اسی طرح مسلمان دوشیزہ کسی ہندو یا کسی غیر مسلم نوجوان سے شادی کرنے میں ہر قسم کی پابندی سے آزاد ہے، حال ہی میں نواب آف پٹودی سیف علی کی دوسری شادی ہندو فن کارہ کرینہ کپور سے ہوئی، بھارتی علماء نے فتویٰ دیا کہ ہندو لڑکی سے کسی مسلمان کی شادی نہیں ہو سکتی البتہ مذہب اسلام قبول کرنے پر ہو سکتی ہے مگر نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے بھارتی وفود میں آنے والے قدرے کم آمیز نظر آئے، ہم خانۂ ملک میں راول پنڈی اسلام آباد سے آئے ہوئے احباب سے ملے، سب کے سب خوش پوش، باذوق، خوش مذاق اور شائستہ مزاج ہیں، علامہ حسنین عباس گردیزی کا تعلق بھی راول پنڈی سے ہے وہ ہمارے ہم سفر ہوئے اور بیشتر وقت ہمارے ساتھ رہے، ان کا ذکر پہلے بھی ہو چکا اور مختلف مراحل میں

ان سے رہ نمائی بھی حاصل ہوتی رہے گی غازی غلام رضا میری طرح بزرگ صورت ہیں لیکن خوش فکر اور خوش نظر ہاتھ میں کیمرہ سنبھالے مختلف زاویوں سے فوٹو کھینچتے دکھائی دیئے، انھوں نے جتنی تصویریں تیار کیں ان میں کمالِ فن یہ ہے کہ جیتی جاگتی اور مخصوص لمحات کی عکس نمائی میں اپنی انفرادیت برقرار رکھے ہوئے ہیں غازی غلام رضا ہر جگہ سرگرمِ عمل نظر آئے، خانۂ ملک سے تقسیم انعامات کی تقریب تک وہ ہر جگہ اپنی موجودگی کا احساس دلاتے رہے نثار آرٹ پریس کے نوازش علی شیخ کے دیرینہ دوستوں میں سے ہیں، ظاہر ہے کہ دونوں کی دوستی میں آرٹ کا رشتہ مستحکم ہے، ہمارے وفد میں راول پنڈی سے علامہ احمد علی نوری رفیق مغل، محمد علی ترمذی، نجم الحسن جعفری، علامہ وقار حسین زیدی اور کفایت حسین نقوی ہر مرحلے میں نمایاں نظر آئے۔ رفیق مغل، نجم الحسن جعفری، غازی غلام رضا اور علامہ وقار حسین زیدی سے تبادلۂ خیال ہوتا رہا، اب ان احباب کی صورتیں چشمِ تصور سے دیکھتا ہوں تو گزرا ہوا وقت ایک خواب سا لگتا ہے، ایسا خواب جس کی تعبیر تجدید ملاقات کی صورت میں ممکن ہے ورنہ حقیقت یہی ہے کہ:

وے صورتیں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں
اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

ان کی قربت کے لمحات یاد آتے ہیں۔ یہ دو چار دن جو اُن کے ساتھ گزارے انھیں امر کرنے اور ان سے ہم کلام ہونے کا بہانہ ہاتھ آیا ہے ہم ایک چھت کے نیچے خانۂ ملک میں جو کچھ دیکھتے رہے اس پر گفت گو بھی ہوئی مثلاً ایک مصوری کا شاہ کار دیکھا جس میں جنگ کا منظر پیش کیا گیا ہے، پس منظر میں قلعہ، فوج برسرِ پیکار اور قریب تر دو سورما گھوڑوں پر سوار ہیں، اب جو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ جنگِ خیبر کا منظر نامہ ہے، سفید براق گھوڑے پر حضرت علی ابن ابی طالب ذوالفقار بدست مرحب پر بھر پور وار کرتے نظر آئے اور مرحب کے چہرے پر خشونت اور خوف طاری ہے اور

گھوڑا جسے شب دیز کہنا چاہیے اپنے سوار کو گرانے پر تیار ہے ایران کے مصور اور فن کار پختہ کار ہیں، تصویر بنانے اور مصوری میں اپنے کمالات ظاہر کرنے پر قادر ہیں اس لیے کوئی منظر تصور میں لا کر اسے برش اور رنگ کی مدد سے ماضی کے غار سے حال کے پردۂ کینوس پر اس طرح لا کھڑا کرتے ہیں کہ مجاز پر حقیقت کا گمان ہونے لگتا ہے، یہ پینٹنگ دیکھ کر گفت گو کا در کھلا، ہر شخص کی اپنی رائے اور اپنا عقیدہ کھل کر سامنے آیا، کیا کسی مقدس ہستی کی تصویر بنائی جانی چاہیے، میں نے کہا کہ اہل ایران کی ثقافت کا تقاضا ہے کہ وہ بے دھڑک خیالی صورت کو رنگ و آہنگ کی گرفت میں لانا فن کی معراج خیال کرتے ہیں، جیسے حضرت یوسف علیہ السلام پر بنائی ہوئی فلم اور ایسے بہت سے مذہبی اور تاریخی واقعات پر مبنی فلمیں بنا ڈالیں، اس صورتِ حال کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ثقافت مذہب پر غالب ہے یا ثقافت کی جڑیں اتنی گہری ہیں کہ مذہب سے زیادہ ثقافت عزیز تر تصور کی جاتی ہے ہم اس نظریے سے اختلاف بھی کر سکتے ہیں' وہ الگ بات ہے کہ یہ بحث ہے ہمیں کسی اور وقت کے لیے اُٹھا رکھنی چاہیے۔ خانۂ ملک میں ایران کے زمانۂ قدیم کا حسن و جمال، لباس اور طور طریقے بھی تصویر کی شکل میں دیکھنے کو ملے، ایک ایرانی دوشیزہ کا سراپا، غزال چشم اور گلابی ہونٹ بقول میر تقی میرؔ۔

نازکی اس کے لب کی کیا کہیے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

میں نے اپنے ڈیجیٹل کیمرے میں اسے محفوظ کر لیا، یہاں بہت کچھ دیکھنے کو ملا، قالین بافی کے حوالے سے ڈیزائن تیار کرنا اور قالین بنانے سے پہلے اس کا خاکہ تیار کرنا، رنگوں کا امتزاج اور سائز کے اعتبار سے پھول بوٹوں کی نقش گری اور قالین پر قدرتی مناظر کو اُونی دھاگوں اور ریشوں سے نمایاں کرنے کا فن غرض وہ سب کچھ سکھایا جاتا ہے جو ایران کے فن قالین بافی کے لیے ضروری ہے اس ہنر کو سیکھنے سکھانے میں

مردوزن میں کوئی امتیاز روا نہیں رکھا گیا، حیرت اس بات پر ہوئی کہ سب طلبا اور طالبات اور اساتذہ کمال انہماک کے ساتھ اپنے اپنے کاموں میں ڈوبے ہوئے نظر آئے، ہمارے ہاں بھی بہت کچھ ہوتا رہا، ماضی میں ہم نے بھی کارنامے انجام دیئے مگر ہم جب سے مشینی دور میں داخل ہوئے ہمارے فنون روبہ زوال ہو چکے ہیں شاعرِ مشرق کے بقول: ع

ہے دل کے لیے موت مشینوں کی حکومت

لیکن دل کو زندہ رکھنا چاہیے اور کسی ہنر کو سیکھنے میں غفلت نہیں برتنی چاہیے۔ یہ درست ہے کہ پہلے فراغتوں کے زمانے ہمارے ہم قدم تھے اور اب فی زمانہ وقت کی رفتار اور ہے' ہم قدرے تکان سی محسوس کرنے لگے۔ یوں بھی ہماری واپسی کا وقت ہونے والا ہے۔ ہم نے دوستوں سے کہا: ع

پھر ملیں گے اگر خدا لایا

مشہدِ مقدس میں کثرت سے تاریخی مقامات ہیں مگر ہمارے پاس اتنا وقت نہیں کہ سب کچھ دیکھ سکیں دوسرے ہم حکومت کے مہمان ہیں اس لیے ہمیں پابند رہنا پڑا ورنہ یہاں قابلِ دید جگہیں بہت ہیں مثلاً گنبدِ خشتی، سبز گنبد، مقبرۂ خواجہ مراد، مقبرہ خواجہ ابوصلت، مقبرۂ خواجہ ربیع، کوہ سنگی تفریحی مرکز، مصلائے مشہد اخلمند فوارہ، امام زادے یحییٰ بن زید، شہر کلات (خورشید محل اور دوسرے تاریخی مقامات، رباط شرف (کارواں سرائے) مقبرۂ نادر شاہ، مقبرۂ عطار شہر نیشا پور، قدم گاہ اور مقبرۂ عمر خیام (شاعر رباعی نگار) یہ اور ایسے بہت سے تاریخی مقامات پہلے دیکھ چکا ہوں اس لیے کوئی ملال نہیں، ہم خانہ ملک سے باہر آگئے اور تازہ ہوا کے جھونکے مشامِ جاں کو معطر کرنے لگے، سامنے سڑک پر ہماری فلائنگ کوچ موجود ہے، دیر تک کھڑے رہنے سے ٹانگیں اکڑ گئی تھیں ہم اپنی نشست پر بیٹھ گئے، دوسرے احباب بھی یکے بعد دیگرے سوار

ہوئے اور ہم بہت سی معلومات کا ذخیرہ جمع کر کے اپنے مستقر کی طرف مراجعت کرنے لگے۔

آستانِ قدس اور تاریخی دستاویزات:

ہم بے پناہ مصروفیات کے حصارِ خوش نظر میں گرفتار ہیں، مختلف ملکوں سے آئے ہوئے افراد کو حرمِ امام کے ایک گوشے میں لایا گیا، جہاں سے ہمیں آستانِ قدس رضوی سے متعلق مؤسسات اور عجائب گھروں کا دورہ اور معائنہ کرنے کی غرض سے لے کر جائیں گے، اس گروپ کا فوٹو بنانے کی خاطر غازی غلام رضا مستعد نظر آرہے ہیں، انھیں دیکھ کر مجھے بھی تصویر لینے کا خیال آیا، میں نے اپنا کیمرہ نکالا اور فوٹو کھینچی، اسی وقت غازی غلام رضا سے درخواست کی میرے کیمرے سے ایک تصویر لیجیے، اسی مقام پر اس بندۂ خدا سے محبت ہوگئی، بڑھاپے کے باوجود ان میں توانائی کے علاوہ اپنے فن سے عشق ہے انھوں نے بتایا کہ فوٹو گرافی کے مقابلوں میں کئی مرتبہ انعام حاصل کر چکے ہیں، ہم باتیں کرتے ہوئے آستانِ قدس رضوی کے قریب آچکے ہیں، سید جواد حسینی ایک خوبرو نوجوان ہمارے سامنے آئے اور خوش آمدید کہا، ہم اس ہمہ جہت ایوانِ ثقافت میں داخل ہوئے، اس کے مختلف شعبوں میں سیاحوں کی معلومات میں اضافہ کرنے کی غرض سے بہت سے نادر و نایاب نمونے رکھے گئے ہیں، مختلف ہال کمروں میں امام رضا علیہ السلام کے حرمِ مقدس سے وابستہ ترقیاتی کارگزاریوں سے متعارف کرانے کی خاطر قدیم وجدید ہنری و دینی آثار، آستانِ قدس رضوی کو ہدیہ کیے جانے والے نفیس اور بیش بہا نوادر اِن گیارہ عجائب گھروں میں محفوظ کر دیئے جاتے ہیں، ہم سید جواد حسینی کی معلومات سے بھرپور گفت گو سنتے رہے، وہ بڑے اعتماد کے ساتھ اعداد و شمار اور ہر چیز کی اہمیت اور اس کا پس منظر بیان کرتے جاتے ہیں، اس ہال میں ہمیں جہاں جہاں ٹھہر ٹھہر کر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ امام رضا علیہ السلام کمپلیکس سے اتنی آمدنی ہوتی

ہے کہ پانچ یونیورسٹیاں ہسپتال، جدید آلات کشاورزی اور زراعت کے شعبے کو جدید ترین ٹیکنالوجی اور ماہرین مہیا کر دیئے گئے ہیں، نوجوانوں کی صحت برقرار رکھنے کی خاطر ورزش اور مارشل گیمز کو متعارف کرایا گیا ہے، روضۂ اطہر کی زیب و زینت کے لیے مسلسل کام ہو رہا ہے، صدیاں بیت جانے کے باوجود امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی فرماں روائی اور ان کی عمل داری کا اعلان اس طرح روزانہ کا معمول ہے کہ مغرب کی اذان سے پہلے نقارے پر چوٹ لگائی جاتی ہے اور مسلسل مخصوص عملہ نوبت بجانے میں مصروف رہتا ہے، آستانِ قدس رضوی میں وہ نقارے، نفیری، وہ چھڑیاں اور نیلے رنگ کی وردی میں ملبوس مجسمے ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں، اسی طرح شعبۂ صحت میں جتنا کام ہو رہا ہے جیسے فشار خون، ذیابیطس، امراضِ قلب وغیرہ اور ان کے علاج سے متعلق جتنی تحقیق ہو رہی ہے اسے تصاویر، اور متحرک مجسموں کی صورت میں ناظرین کے روبرو مظاہرہ کیا جا رہا ہے، بتانا مقصود یہ ہے کہ ایک ہزار دو سو برس سے زائد عرصہ گزر جانے کے باوجود آج بھی یہ بارگاہ ایک عظیم علمی، اَدبی معنوی اور ثقافتی مرکز ہے، ہر چیز قرینے سے رکھی گئی ہے، آقائے حسینی بعض اشیاء کی تفصیل میں جانے سے پہلے اپنے موبائل میں جمع شدہ معلوماتی ذخیرہ دیکھتے اور اعداد و شمار پڑھتے جاتے ہیں مثلاً فردوسی یونیورسٹی کے اساتذہ کرام نیز اس ادارے کے ماہرین پر مشتمل علمی کمیٹی نے بہترین مقالے منتخب کیے، ادارۂ ارتباطاتِ اسلامی اور امور زائرین کے علاوہ ادارۂ روابطِ الملل آستان قدس رضوی کی رہ نمائی میں غیر ایرانی زائرین کو سہولت مہیا کی جاتی ہے، ہمیں بتایا گیا کہ مشہد کو امام رضا علیہ السلام کے روضۂ اطہر سے منفرد شناخت ملی، اس کے علاوہ اس شہرِ مقدس کو علوم و فنون کے حصول کا مرکز بنانے میں موجودہ حکومت نے اہم کردار ادا کیا ہے سائنس اور آرٹس کے مختلف شعبے کھولے گئے، فردوسی یونیورسٹی کے ساتھ الحاق شدہ تعلیمی اداروں کا معیار بہت بلند ہے، اسی طرح مدرسہ آیت اللہ الخوئی میں بھی جدید علوم

متعارف کرائے گئے البتہ دینی علوم کی اہمیت کے پیشِ نظر یہاں کلاسیکی ادب پر زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔ ۱۹۸۴ء میں رضویہ یونیورسٹی آف سائنسی علوم قائم کی گئی جو شہر کے مرکز میں علوم وفنون کا ایسا سرچشمہ ہے جہاں دُور دراز سے طالبانِ علم آتے ہیں' مشہد میں سب سے قدیم کتب خانہ پایا جاتا ہے جسے آستانِ قدس رضویہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اس میں عجائب گھر بھی ہے جس میں ستر ہزار نادر مخطوطے موجود ہیں' جن کا تعلق مختلف تاریخی زمانوں سے ہے اس کے علاوہ لاکھوں تاریخی دستاویزات محفوظ کی گئی ہیں، سب سے اہم بات یہ ہے کہ امام رضاؑ کی اس عظیم الشان ریاستِ روحانی کے فیوض وبرکات میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ موجودہ حکومت بھی ان کی مقروض ہے حکومتِ وقت نے ان کی دولتِ بے بہا سے قرضِ حسنہ لے کر اُمورِ سلطنت اور عوام کی فلاح و بہبود کے منصوبے بنائے، مشہد کی بیشتر عمارات امام کی ملکیت ہیں، بازارِ رضا اور دوسرے ملحقہ بازار سے جو آمدنی ہوتی ہے اور جس طرح نذورات ان کے خزانے میں آتے ہیں اور جس طرح زائرین امام کی خدمت میں ہدیۂ نقدِ جاں پیش کرتے ہیں اور جو تحائف جمع ہوتے ہیں ان کا شمار ممکن نہیں اس لیے ان کے روضۂ اطہر اور اس کے مضافات کی تعمیر وترقی ہو رہی ہے اور مسلسل تغیر پذیری کا عمل جاری وساری ہے، امام رضاؑ کے تصرفات ظاہری و باطنی کا احاطہ کرنا ممکن نہیں، ہمیں سید جواد حسینی نے بتایا کہ فنِ تعمیر میں ہمارے ماہرین نے جو کمالات دکھائے اور جس طرح روضۂ پُرنور کی آرائش وزیبائش کا اہتمام کیا گیا اس کی مثال نہیں ملتی، ہم نے عجائب گھر میں پرانی ٹائلوں اور روغنی اینٹوں کو سنبھال کر رکھا ہے تاکہ زائرین اندازہ کر سکیں کہ ہم نے گنبد و مینار کے علاوہ در و دیوار کو بھی جاذبِ نظر بنا دیا ہے اور روضے کی وسعت میں اضافے کی خاطر زیرِ زمین ٹریفک کا نظام متعارف کرایا ہے، ہم نے ذرا آگے چل کر دیکھا کہ ایک جگہ ڈیری فارم، دودھ، مکھن، پنیر اور دوسرے لوازمات کی اہمیت اُجاگر کرنے کے لیے

ایک گائے کو سنڈف کیا گیا' ایران میں خالص دودھ مکھن اور گھی بل کہ ہر چیز ملاوٹ سے پاک ہے مثلاً زعفران، شہد، چائے کی پتی، گرم مسالہ وغیرہ آئینے کی طرح صاف، صحت بخش اور خالص ہیں۔ ملاوٹ بہت بڑا جرم ہے لیکن ہمارے ملک پاکستان میں تاجر پیشہ لوگ محکمے کے لوگوں سے مل کر عوام کی صحت برباد کر دیتے ہیں' ایران میں نظم و ضبط، احترامِ آدمیت، پاکیزگی اور صفائی اور اعلیٰ اخلاق کے مظاہرات عام ہیں، تجارتی اصول و ضوابط اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہیں، اہل ایران اپنی روایات پر قائم ہیں، وہ اپنے آثار کی حفاظت کرنا جانتے ہیں، ان کی میزانِ فکر میں کہیں جھول نہیں، آقائے دو جہاں حضرت محمد ﷺ نے جو درسِ شرافت دیا، جو شائستگی سکھائی اور حقوق انسانی ادا کرنے کے عملی نمونے پیش کیے وہی ان کی زندگی ہے، ان کا یہ طرزِ زندگی جو اپنے لیے پسند کرو وہی دوسرے کے لیے پسند کرو یہی حضور نبی کریم ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہے کہ:

ہمیں سچ بولنا اُسؐ نے سکھایا
برابر تولنا اُسؐ نے سکھایا
غلامی سے نجات اُسؐ نے دلائی
یہ بیڑی کھولنا اُسؐ نے سکھایا

سید جواد حسینی تقریر کرنے اور گفت گو کو آگے بڑھانے کے فن میں یدِطولیٰ رکھتے ہیں، ان کا یہی کام ہے کہ وہ آستانِ قدس رضوی کے عجائبات سے متعلق تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالیں وہ یہ کام سلیقے اور ہنر مندی سے انجام دیتے رہے، ہم خاصے تھک کر خستہ ہو چکے ہیں اور کہیں بیٹھ کر آرام کرنے کا خیال آ رہا ہے چناں چہ اسی دنیائے عجائبات میں ایک گوشۂ عافیت ڈھونڈ نکالا۔ میں ایک جگہ بیٹھ گیا کہ اتنے میں رفیقِ محفل بھی وہاں آ گئے، وہ اسلام آباد کی محافل میں پڑھتے ہیں ان کا ترنم دل کو لبھاتا ہے

بحیثیت شاعران کی منقبت کا معیار اور اس کا اظہار سامنے آیا تو روحانی طور پر تسکین ملی' سیّد جواد حسینی کے پیشِ نظر ہمیں کم وقت میں بہت کچھ دکھانا مقصود ہے چناں چہ وہ ہمیں یہاں سے قرآن میوزیم، رہبرِ معظم آیت اللہ سیّد علی خامنہ ای کو ملنے والے تحائف کا میوزیم، نفیس قالین میوزیم، تاریخ مشہد کا میوزیم، میڈل اور تمغہ جات قدیمی اور اسلامی سکوں کا میوزیم، صدف اور سمندری اشیاء اور نقاشی و مصوری کا میوزیم، جنگی سازوسامان اور اسلحہ کا میوزیم، علمِ نجوم اور فلکیات نیز تانبہ، چینی، شیشہ اور کریسٹل کے برتنوں کا میوزیم دکھانے کی خاطر اونچے نیچے مختلف مقامات پر لے کر گئے، خصوصاً بالائی منزل میں جہاں قرآن میوزیم دکھانا مقصود ہے وہاں ایک کونے میں جوتیاں اُتارنے کا اشارہ ہوا، ہم سراپا احترام اور سرفگندہ اس ہال میں داخل ہوئے جہاں قرآن پاک کے نادر شہ پارے شیشوں کے بڑے بڑے شوکیسوں میں اپنی آب وتاب سے نور وفور بکھیر رہے ہیں ہال کے دروازے کی دائیں طرف خطِ کوفی میں مولائے کائنات حضرت امام علی علیہ السلام اور ان کے فرزندانِ پاک طینت حضرت امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کے نورانی ہاتھوں سے لکھے ہوئے قرآن کے یادگار نمونے ہرن کی کھال پر نظر آئے ہم قدم بہ قدم آگے بڑھتے اور دیکھتے رہے، تفصیل سے قطع نظر یہاں مختلف زمانوں کے خطاط اساتذہ کے قلم کی معجز نمائی کے مرقعے دیکھنے کو ملے، سطحِ زمین پر رنگارنگ قالین' درازوں اور الماریوں میں آیاتِ قرآنی اور مختلف رنگوں میں دیدہ زیب آرائش وزیبائش کے ساتھ خطِ ثلث کی جھلکیاں آنکھوں میں طراوت اور دل میں پاکیزگی وطہارت کا لازوال نقش بنا کر ہمیں اہلِ ایران کے ذوق وشوق کو داد دینے اور کلامِ خداوندی سے گہرے شغف کی تعریف کرنے پر مائل کرتی رہیں، ہم عالمِ محویت میں جانے کتنی دیر یہاں ٹھہرے، درود وسلام کا ورد کرتے ہوئے ان زندہ معجزات کی یادوں کو سمیٹتے ہوئے ہم باہر آئے، ہمیں نیچے' لایا گیا جہاں ہال کے دونوں طرف ان عجائب گھروں کے مختلف شعبوں سے متعارف

کرایا گیا، ہماری آنکھوں نے کیا کچھ دیکھا۔ میر انیسؔ نے کسی رباعی میں بجا طور پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتے ہوئے ایک یادگار رباعی کہی ہے کہ:

گلشن میں پھروں کہ سیرِ صحرا دیکھوں
یا معدن و کوہ و دشت و دریا دیکھوں
ہر جگہ تیری قدرت کے ہیں لاکھوں جلوے
حیراں ہوں کہ دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں

اپنا بھی یہی حال ہوا جاتا ہے کہ دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھا جائے۔ آخر ہم ایک کھلی جگہ قالین پر بیٹھ گئے۔ رفیق مغل سے حمد و نعت اور منقبت پیش کرنے کی درخواست کی وہ اپنی آواز کا جادو جگانے لگے ہم تازہ دم ہو گئے مگر تاکجے، ہمیں یہاں سے اُٹھنے اور کچھ اور دیکھنے کی دعوت دی گئی۔ اس مختصر عرصے میں روضۂ امام علی رضاؑ کے مختلف شعبوں کی تفصیل معلوم کرنا آسان کام نہیں۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ روضہ مقدس کے منتظمین تجربہ کار، مہمان نواز، مرنجا مرنج اور زائرین کا خیال رکھنے والے ہیں، ہر طرف سے روضے کی حدود میں داخل ہونے والے راستوں پر کھڑے خدام مخصوص لباس زیب تن کیے، سینے پر نشانِ امتیاز (ج) سجائے کھڑے رہتے ہیں، خواتین اور مردوں کے لیے الگ الگ اندر داخل ہونے کے دروازے ہیں، ہمارے وفد کو سیّد جواد حسینی ایک برقی زینے والے دروازے پر لائے ہم سب قطار میں آگے بڑھے میں نے اپنا ڈیجیٹل کیمرہ سامنے کی جیب میں رکھا ہوا ہے، گارڈ نے پوچھا ایں چیست؟ میں نے نکال کر جواب دیا کیمرہ' گارڈ نے دارالامانات میں جمع کرنے کی ہدایت کی، سیّد جواد حسینی نے کیمرہ ایک اور آدمی کے حوالے کیا اور مجھ سے کہا ہم واپسی پر ان سے لیں گے، مختصر یہ کہ ہم برقی زینے سے اُوپر جا پہنچے یہاں کی فضا ہی اور تھی سکول کے معصوم بچے نظم وضبط کے ساتھ اپنی سکول ٹیچر کے ساتھ کھڑے ان کی ہدایات غور سے سن رہے

تھے میں نے ایک بچے کے گال تھپتھپائے' وہ مسکرایا، جی چاہا اسے گود میں اُٹھالوں مگر ہم وفد کے ساتھ ماحول کا جائزہ لیتے ہوئے آگے بڑھتے رہے ہمارا خیال تھا کہ ہمیں امام رضاؑ کے مہمان خانے میں لے جائیں گے لیکن ایسا نہ ہوا علم کہ بتایا گیا کہ امام کے دسترخوان سے ہمارا کھانا ہوٹل لالہ پہنچایا جائے گا پروفیسر اقبال کہنے لگے وہ بجا ہے مگر امام کے دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھانے کا مزا ہی اور ہے ہم نے ان کی بات سنی اور اتنا کہا جو رزق صبح و شام ملتا ہے وہ بھی تو ان کے وسیلے سے ملتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ خاندانِ نبوت کے فیوض و برکات کا احاطہ ممکن نہیں امام علی بن موسیٰ الرضا کو غریب الغربا کہا جاتا ہے مگر ہم جیسے غریب الوطن زائرین کی میزبانی کے لئے دسترخوان کو اتنا وسیع رکھتے ہیں کہ ہر روز دس ہزار سے زیادہ مہمانوں کو کھانا کھلاتے ہیں، ان کا حُسنِ انتظام دیکھ کر درود پڑھتے ہوئے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا جاتا ہے، کھانا وافر مقدار میں رکھا جاتا ہے کہ زائرین بچا کر لے جاتے ہیں اس مرتبہ ایسا ہوا کہ ہمارا کھانا ہوٹل میں پہنچایا گیا ورنہ جب بھی مشہدِ مقدس میں آئے دسترخوانِ امام رضاؑ سے فیض یاب ہونا نصیب ہوا، ہم یہ باتیں کرتے ہوئے ایک مرتبہ اسی مقام پر آئے اور کیمرہ وصول کیا، میں اور غازی غلام رضا تھکاوٹ محسوس کر رہے ہیں مگر ہمارے ساتھ مظفر اقبال بھی ہیں ان سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ ہم سے بھی زیادہ خستہ ہیں لیکن تجسس اور مقصدیت کے پیشِ نظر ہم سب وفد کے ہم قدم چل رہے ہیں حرم کی وسعت کا اندازہ تو کیا ہوتا البتہ انڈر گراؤنڈ مختلف راستوں کی پیمائش کرتے ہوئے دیکھا کہ نیچے کاریں، فلائنگ کوچ اور بسیں کھڑی ہیں جو زائرین کو لے کر آئیں، ہماری کوچ اسی مقام پر موجود ہے جہاں ہم لوگوں کو اُتارا گیا تھا، ہم واپسی کے سفر کا آغاز کرنے والے ہیں، ہر مرتبہ ہمیں مختلف شاہراہوں سے گزرتے ہوئے مشہد کے حسن و جمال، پاکیزگی اور صفائی کو بچشم خود دیکھنے کا اتفاق ہوا، اس شہر میں رہنے والے خوش حال' قناعت پسند' خوش گفتار

اور مثالی کردار کے مالک ہیں، ان کے مشاغل کس نوعیت کے ہیں یقیناً ان کی صحت سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ خوش خوراک بھی ہیں اور ان کی زندگی میں سیر و تفریح بھی شامل ہے البتہ سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ امام رضا علیہ السلام کے روضۂ اطہر کی زیارت کرنا ہر قسم کے دوسرے مشاغل پر حاضری کو ترجیح دینا اور اپنے کاروبار زندگی کا آغاز کرنے سے پہلے نمازِ فجر روضۂ اطہر کی حدود میں ادا کرنا ضروری خیال کرتے ہیں اور بیشتر لوگ اپنے بچوں کو ہم راہ لے کر آتے ہیں، ضریحِ اقدس کا بوسہ لے کر اور دعا مانگ کر یہاں سے رخصت ہوتے ہیں وہ پاکیزگی و طہارت کو بہت اہمیت دیتے ہیں آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ مشہدِ مقدس کی حدود میں کہیں کسی گھر میں کتا نہیں پالا جاتا' البتہ بلیاں پالنے کا شوق اور ان کی دیکھ بھال کرنا ان کے مشاغل میں شامل ہے ایران کی بلیاں خوب صورتی کے اعتبار سے دنیا بھر میں مشہور ہیں، ہر رنگ کی بلیاں بلکہ رنگ برنگی بلیاں گھروں میں پالی ہوئی ہیں اسی طرح بطخیں اور مرغیاں رکھنا بھی ان کا محبوب مشغلہ ہے انقلابِ اسلامی کے نتیجے میں بہت کچھ بدلا لیکن ٹیکسی ڈرائیور کہاں بدلتے ہیں ہمیں ان سے پہلی مرتبہ ۱۹۸۴ء میں واسطہ پڑا تھا ایک ڈرائیور سے کرایہ طے پایا لیکن منزلِ مقصود پر پہنچ کر اس کا رویہ تبدیل ہوگیا، طے شدہ کرایہ ادا کیا وہ رقم لے کر کہنے لگا "اساس" میں نے کہا "چہ معنی" اس نے میرے سفری سامان کی طرف اشارہ کیا کہ اس کا کرایہ دیا جائے، میں نے دانستہ اس کی ہتھیلی پر ایران کا معمولی سکہ رکھ دیا۔ اس نے غصے سے وہ سکہ زمین پر دے مارا اور بڑبڑاتا ہوا وہاں سے رخصت ہوا۔ میں نے دل میں کہا یہی وہ طبقہ ہے جس کی اصلاح کرنا محال ہے۔ ایران میں گرانی بڑھتی جا رہی ہے مگر اس کے باوجود وہاں ترقی اور خوش حالی کے آثار نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔

ہوٹل لالہ ایک کشادہ شاہراہ پر شہر سے قدرے دور کوہ سنگی (ایک تفریحی مقام)

کے قریب واقع ہے اور اس کی چھ منزلیں ہیں ہمیں تیسری منزل میں ٹھہرایا گیا ہے، ہم آج مصروف دن گزار کر ہوٹل میں آنے سے پہلے یہ اندازہ کرنا چاہتے ہیں کہ حرم سے "ہوٹل لالہ" کی طرف آنے والے کتنے راستے ہیں، دراصل مشہد جو تہران سے شمال کی جانب ۹۲۴ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اور اس کی آب و ہوا معتدل ہے۔ یہاں کی آبادی ۲۰ لاکھ سے تجاوز کر چکی ہے میں نے اب سے پہلے سفر نامہ ایران و عراق "تکمیل تمنا" میں تفصیل سے لکھا ہے کہ یہ شہر مقدس ہزار مسجد نامی پہاڑیوں کے جنوب میں سطح سمندر سے ۹۸۰ میٹر بلندی پر واقع ہے۔ اسے امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کے مقدس روضہ کی وجہ سے اس شہر نے بین الاقوامی شہرت حاصل کی ہے، یہ مقدس شہر برس ہا برس سے مرجع خلائق ہے اور رشک فردوس بریں ہے۔

امام کا لنگر:

ہم فلائنگ کوچ میں بیٹھے ہوئے مشہد کی شام کا نظارہ کرتے ہوئے جا رہے ہیں، راستے میں شیرازی شہدا چوک میں روشنیوں کا سیلاب اُمڈ رہا ہے، جشن ظہور امام کی تقریبات کے بینر آویزاں ہیں میدانِ شہدا سے ہماری کوچ میدانِ سعدی کی طرف رُخ کر چکی ہے جہاں سے یونیورسٹی (دانش گاہ) ابن سینا سے میدان ڈاکٹر شریعتی میں آئے ایک فاصلے پر امام رضا ہسپتال ہے اسی طرح آستانِ قدس باغ اور وہاں سے کوہ سنگی کا راستہ بازار کوہ سنگی پارک کی طرف جاتا ہے مگر ہم اپنے مستقر ہوٹل لالہ کے سامنے آ کر رُکے اور اندر داخل ہونے کے لیے خودکار بڑے دروازے کے سامنے آئے، شیشے کا دروازہ کھلا اور ہم استقبالیہ ہال میں داخل ہو گئے، مظفر اقبال اور پروفیسر اقبال جسکانی بھی میری طرح آرام کرنے کی خاطر لفٹ کی طرف بڑھے تھے کہ چائے کی طلب نے پاؤں میں زنجیر ڈال دی اور ہم لاؤنج میں پچھلے صوفے پر نیم دراز ہو گئے، اقبال جسکانی چائے کا آرڈر دینے سامنے کاؤنٹر پر گئے، ہم نے گہرا سانس لیا۔ آج تو ہمیں تھکا دیا

میرے خیال کی تائید ہوئی اور چائے کا پہلا گھونٹ سکون بخش ثابت ہوا، ہم اپنے میزبانوں کے جذب وشوق اور مہمان نوازی کی داد دیے بغیر نہ رہ سکے مگر وقت کم اور مقابلہ سخت جیسا جملہ ہمارے منہ سے ایک بار پھر نکلا اور ہم سیدھے لفٹ کی طرف گئے، کمرہ نمبر ۳۰۷ کا بند دروازہ کھولنے کے لیے کارڈ نکالا اور مظفر اقبال نے کھل جا سم سم کہا دروازہ کھلا اور ہم اپنے اپنے بستر پر دراز ہو گئے، تھوڑی دیر گزری تھی کہ فون آیا کھانا تیار ہے، ہمیں تو مولا کے لنگر سے کھانا آئے گا مگر وہ کب آئے گا یہی سوچ کر فیصلہ کیا نیچے چلو اور صورتِ حال کا جائزہ لو، کھانا تو آخر کھانا ہے بھوک بھی چمک رہی ہے، ہم نے دیکھا دوسرے مہمان کھانے کی میز پر بیٹھے ہیں ہم نے پہلے سلاد کی مختلف قسموں کی طرف ہاتھ بڑھائے، میز پر بیٹھے ہوئے معلوم ہوا کہ آج مچھلی روسٹ کی گئی ہے واہ میری پسندیدہ ڈش ہے، دوسرے مہمان بھی اسی ڈش کی فرمائش کر رہے ہیں کہ اتنے میں ہماری میز پر جس سائز کی روسٹ مچھلی آئی ویسی ہی اور اسی سائز کی فش ہر ڈش میں نظر آئی، ایران میں فلفل سرخ سے پرہیز کیا جاتا ہے اس طرح مٹھائی کا رواج کم سے کم ہے، ہم کھانے سے فارغ ہو کر اپنے کمرے میں آئے کہ اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی امام رضا علیہ السلام کے دسترخوان سے بریانی (پلاؤ) کے تین پیکٹ لے کر ایک شخص آیا، ہم نے درود پڑھ کر چند نوالے نوش جاں کیے، اقبال جسکانی چسکے لے کر بریانی منہ میں ڈالتے اور سبحان اللہ کہتے جاتے، یہی حال مظفر اقبال کا تھا کہ امام کا لنگر ذوق وشوق سے کھانے لگے، اس مرحلے میں ہمیں یہ خیال ضرور آیا کہ منتظمین نے روضۂ امام میں دسترخوانِ رضا کی ریزہ چینی کے لیے وقت نہ دیا جب کہ زائرین کی سب سے بڑی خواہش یہی ہوتی ہے کہ وہ امام کے دسترخوان سے اسی جگہ فیض یاب ہوں، منتظمین خصوصاً سید جواد حسینی نے معذرت طلب کرتے ہوئے لنگر کا کھانا بھجوایا، میں کئی مرتبہ یہ اعزاز حاصل کر چکا ہوں کہ امام رضا علیہ السلام کے دسترخوان سے رزق کریمانہ حاصل

کیا اور شکر خدا بجا لایا، آج بھی دو چار نوالے ہاتھ بڑھا کر لیے کہ اتنی ہی گنجائش تھی، بچی ہوئی بریانی اور پارہ ہائے نان خشک کرنے کے لیے رکھ دیئے گے، پروفیسر جسکانی بتارہے ہیں کہ یہ نعمت غیر مترقبہ اپنے شہر راجن پور لے کر جاؤں گا اور عقیدت مندوں میں تقسیم کروں گا۔

عقیدے کو عقل کی میزان میں نہیں رکھا جا سکتا، عقیدہ کیا ہے یہ عقل کی نفی نہیں لیکن عقل چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے ہم اپنے حواس اور شعور سے بہت کچھ دیکھ سکتے ہیں اور کسی شے کی حقیقت کو جاننے کے قابل بھی ہو سکتے ہیں لیکن حقیقت مطلقہ کا علم اللہ تعالیٰ اور اس کے بندگانِ خاص اور عباد الصالحین کے پاس ہے اس لیے جو عقائد ہم تک آئے ہم ان کے بارے میں حتمی فیصلہ نہیں کر سکتے مثلاً ائمہ طاہرین سے ہمارا تمسک اور اس کے نتیجے میں ہماری اُمیدوں کا بر آنا ایسی حقیقت ہے کہ ہم دعاؤں میں ان کے توسل پر یقین رکھتے ہوئے مطمئن ہو جاتے ہیں بل کہ یوں کہا جائے کہ طمانیت ہمارا مقدر بن جاتی ہے پروفیسر اقبال جسکانی امام رضا علیہ السلام کے دسترخوان سے آئے ہوئے چاول اور نان سنبھال کر لے جا رہے ہیں ان کا کہنا ہے کہ بے اولاد افراد صدق نیت سے دعا مانگ کر روٹی کا ٹکڑا یا چاول کے دو چار دانے منھ میں رکھ کر امام ضامن علیہ السلام کا وسیلہ طلب کریں اور خالقِ کائنات کے حضور اولاد جیسی نعمت کے طلب گار ہوں تو یقیناً انھیں یہ نعمت مل کر رہے گی، انھوں نے کئی واقعات سنائے کہ اولاد سے محروم کئی برس گزرنے کے بعد امام کے لنگر سے فیض یاب ہوئے، جو شخص ان عظیم المرتبت ہستیوں کا انکار کرتا ہے وہ بقول نزدوش ترابی مرحوم (شاعر اہلِ بیت) بدنصیب ہے، ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ:

ع گھر میں اولاد کے ہونے کی تمنا نہ کرے

مجھے یاد آیا کہ پہلی مرتبہ جب مجھے امام رضا علیہ السلام کے روضۂ اقدس پر

حاضری کا شرف حاصل ہوا، اس واقعے کا ذکر میں اپنے سفرنامہ "تکمیل تمنا" میں کر چکا ہوں۔ کالج میں آخری دن تھا، پروفیسر افسر رضوی اور میرے درمیان مکالمہ ہوا جو من وعن نذر قارئین پیش کرنا ضروری ہے:

"یہ بتائیے کہ آپ چھٹیاں کہاں گزاریں گے" میں نے افسر رضوی سے پوچھا" پہلے آپ بتائیں کہ آخر یہ چھٹیاں کہاں گزریں گے" افسر رضوی نے سگریٹ کا طویل کش کھینچتے اور مسکراتے ہوئے پوچھا۔

ہم ہر مرتبہ موسم گرما کی چھٹیاں بے مقصد گزار دیتے ہیں، یوں بھی سخت گرمی میں کہیں جانے کو جی نہیں چاہتا، ہم نے قدرے توقف کے بعد جواب دیا" چلنا ہے تو ایران چلتے ہیں، ایران میں انقلاب اسلامی کے مظاہر دیکھنے کو ملیں گے اور مشہد مقدس کی زیارت سے روحانی فوائد حاصل ہوں گے" افسر رضوی نے سنتے ہی کہا" پھر دیر کس بات کی ہے تیاری کی جائے" ہم گھر آئے کالج بند ہو چکا تھا، ہم ہر طرح سے آزاد تھے البتہ سروس کے تقاضے راستے کی دیوار بنے، ہم نے سب سے پہلے این، او، سی حاصل کیا، اس کے بعد پاسپورٹ کو ڈھونڈا جو کسی اٹیچی کیس میں رکھ کر بھولے ہوئے تھے، ہماری اہلیہ نفیسہ کاظمی نے ہمیں اس حالت میں دیکھا تو پوچھا " آپ کیا تلاش کر رہے ہیں، مجھے بھی کچھ معلوم ہو" ہم نے قدرے بے اعتنائی سے جواب دیا " کچھ نہیں پاسپورٹ جانے کہاں رکھ دیا ہے" انھوں نے بتایا کہ پاسپورٹ ٹرنک میں سنبھال کر رکھا ہے اور وہ ٹرنک سٹور میں نیچے رکھا ہے جس پر دوسرے وزنی اٹیچی کیس پڑے ہیں مگر آپ کہاں کا ارادہ کیے ہوئے ہیں" ہم نے بتایا کہ چھٹیوں کے چند روز ایران کی زیارات اور رہبرِ انقلاب اسلامی ایران سے ایرانی مسلمانوں کی عقیدت کے رنگ ڈھنگ دیکھنے میں گزارنا چاہتے ہیں۔"

ان دنوں میں آیت اللہ روح اللہ خمینیؒ تہران کے ایک پہاڑی مقام پر

قیام پذیر تھے، یہ ۱۹۸۲ء میں جولائی کا مہینہ تھا، ایران میں امریکا کے خلاف شدید نفرت کا زمانہ تھا جو اسلامی انقلاب کو سبوتاژ کرنے پر اُدھار کھائے بیٹھا تھا، شاہ پرست بھی ایران کی قیادت کو نقصان پہنچانے میں سرگرمِ عمل تھے، رجائی اور آقائے بہشتی کے علاوہ ایران کی اعلا وارفع شخصیتوں کو شہید کیا جا چکا تھا، ہم ان حالات میں عزمِ سفر کر چکے تھے، دل چسپ بات یہ ہوئی کہ ہماری اہلیہ نفیسہ کاظمی اور بیگم افسر رضوی (پروفیسر شاہدہ رضوی) ہمارے ہم راہ جانے اور شوقِ زیارت میں ہم سے بھی دو قدم آگے نکلیں، لیکن ہماری بیوی کے پاس تو پاسپورٹ بھی نہیں تھا، ہم نے کہا" اب کچھ نہیں ہو سکتا، پاسپورٹ بننے میں دیر لگتی ہے" بیوی نے سنتے ہی جواب دیا" اگر آپ مجھے نہیں لے جائیں گے تو آپ کو بھی اجازت نہیں ملے گی" بیوی نے یہ کہہ کر بتایا کہ مجھے بشارت ہو چکی ہے، میں آپ کے ہم راہ جاؤں گی، ہم نے صرف اتنا کہا کہ اچھا اپنا شناختی کارڈ دیجیے ، وہ، شناختی کارڈ ڈھونڈنے لگیں، گھر میں پڑے تمام اٹیچی کیسوں کے کونے کھدرے میں ہاتھ مارے، اپنا پرس الٹ پلٹ کر دیکھا، قدرے مایوس ہو کر کہنے لگیں نمی کچھ نہیں جانتی شناختی کارڈ نہیں ملا آپ نیا بنوا کر دیں اور پاسپورٹ بھی اس طرح بنے گا ورنہ آپ......" ہم گھر سے سیدھے شناختی کارڈ کے دفتر گئے، ہر طرف افراتفری، شور شرابہ، لین دین اور ایجنٹوں کی بھرمار دیکھ کر اِدھر اُدھر نگاہ کی اس کے بعد ڈائریکٹر کی تختی پر نظر گئی جس میں محمد جہاں گیر لکھا تھا، چپڑاسی سے پوچھا کہ ڈائریکٹر جہلم کے رہنے والے ہیں، اس نے سر ہلا کر اثبات میں جواب دیا میں نے دل میں سوچا کہ یہ میرے اولڈ سٹوڈنٹ ہیں، اپنا وزیٹنگ کارڈ دیا، ابھی کچھ اور نہیں سوچا تھا کہ محمد جہاں گیر سیدھے باہر آئے" سر آپ اور یہاں زہے نصیب" یہ کہہ کر مصافحہ کیا اور خوشی اور حیرت کے ملے جلے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے مجھے اپنے آفس میں لے گئے، چائے کے لیے اشارہ کیا" بھئی آپ چائے کی تکلیف نہ کیجیے مل کہ ہماری اہلیہ کا

Duplicate شناختی کارڈ بنوایئے‘‘ ’’سر یہ کام بھی ہو جائے گا، آپ سے مل کر مجھے جتنی خوشی محسوس ہو رہی ہے وہ مَیں ہی جانتا ہوں۔ مَیں آپ کی شفقت اور رہ نمائی سے اس مقام پر آیا ہوں‘‘ ہمیں جہاں گیر نے چائے مع لوازمات پیش کی کہ اتنے میں ہماری اہلیہ کا شناختی کارڈ بن کر آ گیا، جو کام بظاہر مشکل نظر آ رہا تھا معجزانہ طور پر ہو گیا، ہم وہاں سے شناختی کارڈ لے کر باہر آئے اور پاسپورٹ آفس پہنچے، فیس جمع کروا کر فارم بھرا اور قطار میں کھڑے ہو گئے، آفس میں ایک دروازہ دکھائی دیا، ہم نے جرأت رندانہ سے کام لے کر اندر قدم رکھا، وہاں جو صاحب بیٹھے تھے ہمیں دیکھتے ہی قدرے درشت لہجے میں پوچھا آپ کس کام سے اندر چلے آئے۔ ہم نے مدعا بیان کیا، وہ پوچھنے لگے آپ کیا کام کرتے ہیں، ہم نے بتایا کہ گورنمنٹ کالج آف سائنس میں پروفیسر ہیں، یہ سننا تھا، انھوں نے ہاتھ آگے بڑھایا اور کرسی پر بیٹھنے کے لیے کہا، ہم نے دل میں سوچا کہ تھوڑی دیر پہلے ان صاحب کا برتاؤ جارحانہ تھا اچانک رویے میں یہ خوش گوار تبدیلی کس سبب سے پیدا ہوئی کہ ان کی آواز آئی ’’جی میرا بیٹا اسلم سائنس کالج میں پڑھتا ہے، ہم نے نام سنتے ہی کہا اچھا وہ نالائق آپ کا بیٹا ہے، اس نے کبھی ذکر ہی نہیں کیا کہ آپ پاسپورٹ آفس میں اتنے بااختیار افسر ہیں، انھوں نے چائے منگوائی اور پلائی ہم نے اس عرصے میں کاغذات ان کے حوالے کیے اور پوچھا کہ اب کتنے دنوں کے بعد آئیں، وہ مسکرائے اور اپنی سیٹ چھوڑ کر گئے، ہم نے خیال کیا کہ وہ وہاں سے معلوم کرنے کی خاطر اُٹھ کر گئے ہیں، اتنے میں کیا دیکھا کہ پاسپورٹ تیار حالت میں لے کر آئے اور ہمیں دیتے ہوئے کہنے لگے آپ میرے بیٹے کے اُستاد ہیں، میرے لیے قابلِ عزت ہیں، کچھ اور خدمت بتایئے‘‘ ہم خوش کن تحیر میں مبتلا ہوئے اور گرم جوشی کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کیا، ہم نے اپنا اور اہلیہ کا پاسپورٹ ہینڈ بیگ میں ڈالا یاد رہے کہ اس زمانے میں صادق گنجی شہید ڈائریکٹر جنرل خانہ فرہنگ

ایران تھے، ان سے ہماری یاد اللہ تھی، جو دوستی میں بدلی، ان کے ہاں سے ویزا اگلوانا آسان تھا، زائرین کی سہولت کے لیے ڈائرکٹر جنرل کے ذریعے ویزے جاری ہوتے رہے مگر وقت گزرنے پر حالات بدلے اور آج کل خوب چھان پھٹک ہونے لگی، بہرحال ہماری اہلیہ کو بشارت ہوئی اور وہ اس قدر پُر جوش اور مسرت بھرے لہجے میں ہم سے کہنے لگیں بتایئے کام کتنی جلدی ہوا، بلاوا آیا ہے، امام علی الرضاؑ کے روضے کی زیارت کے لیے تمام مراحل یوں ہی طے ہوتے ہیں۔

پروفیسر افسر رضوی ان کی بیگم پروفیسر شاہدہ رضوی اور ان کی تین بیٹیاں بھی ہمارے ہم راہ آئیں، ہم ضریحِ اقدس کی جانب بڑھے، بدن میں زور تھا، آسانی کے ساتھ ضریح تک جا پہنچے دیر تک آنسوؤں کا نذرانہ پیش کیا' دُعائیں مانگیں، ہر دُعا مستجاب ہوئی افسر رضوی نے اپنی بیگم سے پوچھا کہ ضریح کو بوسہ دیا انھوں نے اپنی محرومی کا اظہار کیا اور کہا اتنے ہجوم میں مجھ سے یہ کام نہ ہوسکا صرف دعا مانگتی رہی جب کہ ہماری بیوی نے بتایا کہ وہ ضریح کو بوسہ دے کر آئی ہیں ''بیگم فوراً واپس جاؤ'' افسر رضوی نے تاکیداً ہدایت کی، ہماری بیوی نے پروفیسر شاہدہ رضوی کو ترکیب بتائی کہ شیشے کی دیوار کے ساتھ آنکھیں بند کر کے اور دُعا مانگتے ہوئے آگے بڑھتی رہو، انھوں نے ایسا ہی کیا اور ضریح تک آسانی سے جا پہنچیں، بوسہ دیا اور اپنے شوہر سے کہا'' بھئی بیگم حسن عسکری نے بہترین ترکیب بتائی، راستہ بنتا گیا اور میں آسانی سے ضریح تک چلی گئی''، افسر رضوی سے ہم نے کہا'' ہم سب اور آپ یہاں یہ دُعا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ بطفیل محمدؐ و آلِ محمدؐ آپ کو فرزندِ ارجمند سے نوازے'' افسر رضوی اپنی عادت کے مطابق نکتہ آفرینی کرتے ہوئے کہنے لگے۔ حضور نبی پاک ﷺ کے پاس صرف ایک بیٹی تھی مجھے اللہ تعالیٰ نے تین بیٹیاں مرحمت کی ہیں'' بیگم شاہدہ رضوی کہنے لگیں'' یہ ایسی ہی باتیں کرتے ہیں آپ ضرور دُعا کیجیے، مختصر یہ کہ ہم سب نے ان کے

حق میں دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے، زیارات سے واپس آئے ابھی ایک برس نہیں گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں فرزند جیسی نعمت سے نوازا۔ اس کا نام مصطفےٰ حیدر رکھا اور اب وہ میڈیکل کالج میں زیرِ تعلیم ہے، اسی طرح ہم نے اپنے بچوں کے روشن مستقبل کی دُعائیں مانگیں جو سب کی سب پوری ہوئیں، ہمارے بچوں نے ہماری توقع سے بڑھ کر کامیابی حاصل کی سب کے سب پوسٹ گریجوایٹ ہیں ڈاکٹر، انجینئر، پروفیسر اور ٹیچر یہی وہ معزز پیشے ہیں جنھیں ہم جیسے شرفا پسند کرتے ہیں۔

پروفیسر اقبال جسکانی اور مظفر اقبال زندہ دل احباب صبح وشام اوقات فرصت میں خوش مذاقی، لطائف گوئی اور قصہ ہائے رنگارنگ سنانے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے اور یوں ایام شادمانی و مسرت اس پُر فضا کمرے میں گزرتے گئے، اسی تیسری منزل میں آذربائیجان کا "پہلوان" رامین بھی رہائش پذیر ہے، اسے پہلوان کا خطاب اس کے تن وتوش گرانڈیل جسم اور خوش خوراک ہونے کے ناتے پروفیسر جسکانی نے اپنی خوش طبعی کی بدولت بخشا، آذربائیجانی زبان میں رامین کے معنی کیا ہیں یہ سوال اس سے پوچھا مگر وہ اپنی ترنگ میں باتیں کرتا رہا۔ ایک مرتبہ پروفیسر جسکانی سے وہ پوچھنے لگا پاکستان میں دہشت گردی پہلے سے زیادہ ہے یا اس میں کمی آچکی ہے، جواب میں پروفیسر جسکانی نے بتایا کہ ہر روز ٹارگٹ کلنگ ہوتی ہے خصوصاً کوئٹہ میں ہزارہ قبیلے کے معصوم لوگ قتل کیے جا رہے ہیں پہلے تو رامین نے افسوس کا اظہار کیا، پھر پروفیسر جسکانی سے کہنے لگا شکر ہے آپ تو بچے ہوئے ہیں،" قہقہہ لگا کر کہا ہاں ورنہ آپ یہاں کہاں آتے، دراصل پاکستان میں فرقہ واریت کو ہوا دینے والے اس مملکتِ خداداد کے دشمن ہیں، ان کے آبا واجداد نے قائداعظم کی مخالفت کی اور انھیں کافر اعظم کہا، دوقومی نظریے کے علم بردار سرسید احمد کو اٹھتے بیٹھتے برا بھلا کہتے ہیں، انھیں ملحد اور نیچری کے نام سے یاد کرتے ہیں اور پاکستان میں افراتفری

پھیلا کر اپنے مذموم مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ جس شریعت کا نفاذ چاہتے ہیں وہ شریعت محمدی نہیں بل کہ ان کی اپنی خودساختہ شریعت ہے جس کی رو سے خواتین کو گھروں میں مقید کرنا، تعلیم سے محروم رکھنا اور بچیوں کے سکولوں کو بموں سے اُڑانا شامل ہے پچھلے دنوں ان لوگوں نے سوات کی وادی میں جگہ جگہ لڑکیوں کے سکولوں کی عمارات کو نقصان پہنچا کر وہاں خوف وہراس پھیلا دیا تھا مگر ہماری پاک فوج نے ان کا قلع قمع کیا اور وادی سوات کا امن بحال کر دیا مگر کچھ بھگوڑے وادی سوات سے نکل گئے اور افغانستان میں جا چھپے ہیں۔

یہی لوگ موقعے کی تلاش میں رہے سوات میں بچیوں کی تعلیم پر توجہ دی جارہی تھی یہاں دوسری بچیوں کی طرح ملالہ نے جوش وخروش کے ساتھ تعلیم کے فروغ کے لئے کام کیا دو تین برس میں حالات سازگار ہو چکے تھے۔ ملالہ اب ہائی سکول کی طالبہ تھی کہ وہ سکول سے گھر واپس جانے کے لیے دوسری بچیوں کے ساتھ سکول بس میں بیٹھ گئی راستے میں دہشت گرد بزدلوں نے بس کو روکا اور ملالہ کی شناخت کر کے اسے قتل کرنا چاہا وہ اپنی شکست کا بدلہ لینا چاہتے ہوئے اس حد تک گر گئے کہ اس معصوم بچی کو مارنا ضروری خیال کرنے لگے، وہ اپنی طرف سے ملالہ کو راستے سے ہٹا چکے تھے مگر جسے خدا رکھے اسے کون چکھے، اس واقعے نے عالمی برادری کو عموماً اور پاکستان کو خصوصاً ہلا کر رکھ دیا۔ یہ دہشت گرد کون ہیں، طالبان کا نام لے کر ان کی بدنامی کا سبب بن چکے ہیں طالبان نے اس اقدام کی ذمہ داری قبول کر لی ہے اس لیے کہا جا سکتا کہ طالبان کی صفوں میں دہشت گرد پائے جاتے ہیں، دہشت گردوں کا کوئی مذہب نہیں ہوتا، ملالہ کے ساتھ ہمدردی فطری امر ہے اس پر حملے کی مذمت کرنا ہر مہذب آدمی کا فرض ہے، اسی طرح دخترِ پاکستان ملالہ کی صحت یابی کے لئے دعا کرنا بھی انسانیت کا تقاضا کہلائے گا۔ پاکستان میں امن وامان کا مسئلہ اسی صورت میں حل ہوگا جب یہاں تعلیم

عام ہو گی ہر شخص کو حصولِ علم کی سہولت میسر آئے گی، عورتوں کی تعلیم کے خلاف نام نہاد مذہبی عناصر کو بے اثر کرنا ہو گا۔ پاکستان میں تنگ نظر ملاؤں کو یہ اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ خواتین کو زیورِ علم سے محروم رکھنے پر کمربستہ ہو جائیں' اس کے برعکس ایران میں نظامِ تعلیم اور نظامِ نصاب کے حوالے سے سب کے لیے یکساں مواقع اور بلا امتیاز سب کو تعلیم حاصل کرنے اور اپنا مستقبل سنوارنے میں حکومت کی طرف سے ہر قسم کی مراعات حاصل ہیں اسی طرح خواتین ہر شعبہ زندگی میں سرگرم عمل ہیں انھیں جملہ علوم متداولہ سے بہرہ ور ہونے کی مکمل اجازت حاصل ہے، ملازمت کے مواقع بلا تخصیص میسر ہیں یہاں تک کہ ہوٹلوں ایئر پورٹوں اور غیر ملکی سفارت خانوں میں عورتیں مردوں کے دوش بدوش اپنے فرائض بطریقِ احسن انجام دے رہی ہیں، ایران کے علماء اپنی وسعت نظری کردار سازی اور علم دوستی میں اپنی مثال آپ ہیں زاہدان کے مضافات میں اہلِ سنت آباد ہیں انھیں مکمل آزادی حاصل ہے کہ وہ مساجد میں باجماعت نماز ادا کریں اپنی فقہ کے مطابق مسائل حل کریں۔ ایران میں کسی قسم کی مذہبی تفرقہ بازی نہیں، سب کی زندگی پرسکون گزر رہی ہے، بازاروں، دفتروں کاروباری مراکز، مساجد، امام بارگاہوں میں اور مختلف تاریخی مقامات پر لوگوں کا آنا جانا لگا رہتا ہے پاسدارانِ اسلام اپنے فرائض خوش اُسلوبی سے انجام دے رہے ہیں، میں کئی مرتبہ ایران کے مختلف شہروں اور قصبوں میں گیا، کہیں کوئی جھگڑا یا تنازعہ دیکھنے میں نہیں آیا۔ ہر مرتبہ ترقی اور تبدیلی کے کھلے آثار دکھائی دیے، اسلامی انقلاب برپا ہونے کے بعد اہلِ ایران زیادہ مستعد ہو چکے ہیں وہ زندگی کو با مقصد گزارنے کی فکر میں ہر لحہ مصروف رہتے ہیں ان کی نئی نسل جوان ہو چکی ہے جس کا وژن پہلی نسلوں سے زیادہ وسیع اور ان میں بلا کا اعتماد پایا جاتا ہے، وہ بین الاقوامی زبان انگریزی فر فر بولتے ہیں ورنہ پندرہ بیس برس پیشتر وہ لوگ صرف فارسی زبان میں بات کر سکتے تھے، انھیں مادری زبان

کے علاوہ دوسری کوئی زبان نہیں آتی تھی، آج اہلِ ایران زندہ اور ترقی یافتہ قوموں کے ہم قدم ہو چکے ہیں، انقلاب کو سنبھالنا اور انقلاب میں ردِ انقلاب سے بچ نکلنا سخت دشوار ہوتا ہے مگر صالح قیادت اور عظیم تاریخی قربانیوں کی بدولت وہ اتنے فعال ہو چکے ہیں کہ اب نام نہاد سپر قوتیں خوف زدہ ہیں ایران میں جوہری قوت بننے کے امکانات روشن ہیں، ان کے رہبرِ عظیم سید آیت اللہ خامنہ ای نے واضح الفاظ میں یہ فرمایا ہے کہ ہمیں جوہری توانائی سے کام لینا ہے جو ہمارا حق ہے لیکن ہم ایٹم بم نہیں بنائیں گے جو تباہی اور بربادی کا سبب ہے اگر امریکا اور اس کے حواری ملک جوہری توانائی کے حصول میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالیں تو دنیا کی تمام قومیں خوش حال ہو سکتی ہیں، کسی ملک کو اقتصادی بحران کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا مگر امریکا طاقت کے نشے میں کسی مسلم ملک کو یہ حق نہیں دینا چاہتا کہ وہ خود کفیل ہو جائے وہ ایران پر اقتصادی پابندیاں لگا کر اسے کمزور کرنا چاہتا ہے لیکن امریکا کا اپنا شیرازہ بکھرنے کے قریب ہے وہ اقتصادی طور پر ترقیٔ معکوس میں مبتلا ہے، سرمایہ دارانہ ذہنیت کا علم بردار امریکا نظامِ سرمایہ داری کو دنیا سے نیست و نابود ہوتے ہوئے دیکھنے والا ہے، وہ دن دور نہیں جب دنیا سے یہ نظام اس طرح غائب ہو جائے گا جس طرح کمیونزم آثارِ قدیمہ میں سجانے کے لیے رہ گیا ہے اب تاریخ میں اس کا ذکر آتا ہے یہی حال امریکا کے چہیتے نظام کا ہوگا کہ آئندہ نسلیں سرمایہ داری نظام کے بارے میں صرف تاریخ کی کتابوں میں پڑھیں گی، شاعرِ مشرق علامہ اقبال کی پیش گوئی سچ ثابت ہونے کا وقت قریب ہے، ان کی بہت سی الہامی باتیں پوری ہوئیں یہ بھی پوری ہونے میں دیر نہیں ان کا یہ کہنا کہ:

گیا دورِ سرمایہ داری گیا
تماشا دکھا کر مداری گیا

گویا ان کی دُور بین نگاہیں یہ منظر نامہ دیکھ رہی تھیں۔ انھوں نے ایک اور

پیش گوئی ایران کے حوالے سے کی تھی کہ مشرقی اقوام کا جینوا تہران ہوگا۔ کیا اس میں کوئی شک کیا جا سکتا ہے یقیناً علامہ اقبال ایسے فلسفی شاعر اور مذہبی دانش ور ہیں کہ جو کہا وہ پورا ہو کر رہے گا۔ ہمیں کوئی شک نہیں کہ ایسا نہیں ہوگا وہ صبحِ درخشاں طلوع ہو کر رہے گی اور اب ہمارے تشخص کی یہی ایک علامت ہوگی کہ عالمِ اسلام میں صرف قادرِ مطلق کی اطاعت ہوگی، حقیقت بھی یہ ہے کہ ایران کی سرزمین پر طلوع ہونے والی صبحِ انقلاب کے فیوض و برکات سامنے آرہے ہیں:

طلوعِ صبح بشارت کی تازگی ہے وہی
خوشا کہ مہرِ درخشاں کی روشنی ہے وہی
خلافِ قوتِ باطل وہی ہے عزمِ صمیم
کہ نسلِ نو میں صداقت کی آگہی ہے وہی
بتا رہا ہے ہمیں اسوۂ رسولؐ زمن
جو اپنے فقر پہ نازاں ہو آدمی ہے وہی
حقوقِ نوعِ بشر زر میں تولنا چاہے
ہمارے عہد کے قاروں کی خودسری ہے وہی
خمینیؒ پیروِ بوذرؓ تھے اس لیے بھی حسنؔ
ہر ایک فرد میں اب کیف بوذری ہے وہی

مشاہدے کی آنکھ کھلی رکھی جائے تو بہت سے حقائق کھل کر سامنے آجاتے ہیں، ایران کے شہر مشہد میں ہم نے کہیں کوئی فقیر یا منگتا نہیں دیکھا، کسی نے ہمارے سامنے ہاتھ نہیں پھیلائے حالاں کہ ہمارے ملک کی خانقاہوں، مزاروں اور مسجدوں کے علاوہ گردونواح میں مانگنے والے ہاتھ پھیلانے والے یا اپنی احتیاج پیش کرنے والے بہ کثرت ملتے ہیں، لاہور داتا دربار کے باہر فقیروں کو صبح و شام زائرین کے آگے پیچھے

ہر طرف سے حملہ آور ہوتے دیکھا ہے لنگر کی تقسیم کے وقت دھینگا مشتی لڑائی جھگڑا روزمرہ کا معمول ہے، اس میں شک نہیں کہ عقیدت مند دریا دلی کا مظاہرہ کرتے ہیں، دُور دُور سے لوگ آتے ہیں، مرادیں پاتے ہیں، نذر نیاز کا سلسلہ جاری رہتا ہے، خصوصاً جمعرات کے دن مزار پر خوب رونق دیکھنے میں آتی ہے مگر اسی جگہ جیب کترے، ٹھگ اور ہاتھ کی صفائی دکھانے والے زائرین کو لوٹتے ہیں' دیہات کی سیدھی سادی عورتیں یہاں حاضری کے لیے آتی ہیں، ایسا بھی ہوا کہ جوان لڑکی اغوا ہوگئی یا خود کسی کے ساتھ بھاگ گئی۔ اس نوعیت کے واقعات ایسی جگہوں پر اکثر ہوتے رہتے ہیں۔ نشہ کرنے اور نشہ بیچنے والے بھی ایسے متبرک مقامات پر موجود ہوتے ہیں' گلی کوچوں میں ہیروئن کا کاروبار کرنے والے اور نشے میں مبتلا لوگوں سے پیسہ بٹورنے والے ہر جگہ دیکھے گئے ہیں مگر کوئی ایسا نہیں جس نے اس دھندے کو ختم کرنے اور نشے کے عادی لوگوں کو درگاہوں سے دُور رکھنے کا بندوبست کیا ہو یہاں تک کہ علاقے کی پولیس سرپرستی کرتی ہے، جواء کھیلا جاتا ہے اور کیا کچھ نہیں ہوتا، نشہ کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ اور پولیس کی چشم پوشی کے نتیجے میں نشے کی علت میں مبتلا نوجوان تباہ ہو رہے ہیں:

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزا تو جب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

یہ ہلکی سی جھلک پاکستان میں ان مزاروں کی پیش کی گئی جو بظاہر عقیدت مندوں کے دم قدم سے آباد ہیں لیکن مشہدِ قدس میں روضۂ امام رضا علیہ السلام ان سب قباحتوں سے پاک ہے، یہاں کا پاکیزہ ماحول اپنی مثال آپ ہے، مشہد مقدس کی فضاؤں میں نور و نکہت ایک دوسرے سے گلے ملتے ہیں، ہم نے دیکھا یہ شہر دنیا کے دوسرے شہروں سے مختلف ہے، صرف مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ ایسے شہر ہیں جو مشہد مقدس سے افضل ہیں، بلکہ یوں کہا جائے کہ جس طرح حضور نبی اکرم ﷺ سے نسبت کے

سبب مدینہ منورہ مسلمانوں کی عقیدت کا مظہر ہے اور مکہ مکرمہ کو بیت اللہ کے حوالے سے دیکھا جاتا ہے کہ وہاں ہر سال ۳۵ لاکھ مسلمان حج کا فریضہ ادا کرنے کی غرض سے جاتے ہیں اسی طرح مشہدِ مقدس کو اہلِ بیت نبوت کے بطلِ جلیل اور سلسلۂ امامت کے گوہر ہشتم امام علی بن موسیٰ الرضا کا مدفن ہونے کے سبب اور مرکزِ عقیدت ہونے کے ناتے ایسی فضیلت حاصل ہے کہ یہاں ہمہ وقت زائرین کا ہجوم رہتا ہے، اس مقام کی زیارت کے لیے ایک سال کے ۳۶۵ دنوں میں دو کروڑ سے زائد افراد حاضری دیتے ہیں، خصوصی ایام میں تمام تر وسعت کے باوجود کہیں تل دھرنے کی جگہ نہیں ہوتی، روضۂ اقدس کا پھیلاؤ بڑھتا جا رہا ہے، یہاں خدمت گاروں کی تعداد پندرہ ہزار ہے، ان میں سے بیشتر تنخواہ دار ہیں اور سرکاری عہدہ داروں کی طرح بااختیار ہیں، ان میں رضا کارانہ خدمات انجام دینے والے بھی ہیں جو نماز سے پہلے مختلف رواق میں سرگرمِ عمل رہتے ہیں، بیک وقت پانچ جگہ صحن میں قالین بچھانا اور لپیٹنا اور زائرین کو خوش آمدید کہنا، راستہ بتانا اور اس روضے کی وسعتوں میں گم ہو جانے والوں کی رہنمائی کرنا ان کے فرائض میں شامل ہے، مختلف مقامات پر کھڑے ہو کر زائرین کو آدابِ زیارت بتانا اور آنے والوں پر نگاہ رکھنا بھی ضروری ہے، حرم میں مختلف سمتوں سے داخل ہونے والے عازمین کو اچھی طرح چیک کیا جاتا ہے، بیک وقت صرف ایک جگہ کو تین چار حصوں میں تقسیم کر کے اندر داخل ہونے والوں کو قطار میں شامل ہونے کی ضرورت پیش آتی ہے، مردوں اور خواتین کے لیے الگ الگ دروازے اور راہ داریاں بنائی گئی ہیں، تلاشی کا کام تیزی کے ساتھ کیا جاتا ہے، عازمینِ زیارت کے پاس جو بھی قیمتی چیز ہو اسے دارالامانات میں رکھا جاتا ہے، اس کے بدلے میں ٹوکن جاری کر دیا جاتا ہے۔

تقریبِ شادمانی:

مجھے اس شہرِ مقدس میں پانچویں مرتبہ امام علی بن موسیٰ الرضاؑ کے

روضۂ پُرنور پر حاضری کا شرف حاصل ہوا، ہر مرتبہ پہلے سے زیادہ رقت طاری ہوئی، زمینی یا ہوائی سفر دونوں صورتوں میں یہی ایک خیال دل میں دَر آیا کہ مَیں کہاں اور یہ شہرِ بے مثال کہاں، گلی کوچے، بازار اور حرم کے اطراف درونِ حرم اور رواقِ چہار سُو اوراقِ مصور کی طرح دکھائی دیئے۔ روضۂ امام علی بن موسیٰ الرضاؑ کا سنہرا گنبد، روشنیوں کے سیلاب میں ایسا نظر آتا ہے جیسے آسمان پر جگمگانے والا چاند زمین پر اُتر آیا ہو اور تیز روشن ننھے ستاروں کی طرح چاروں طرف اس چاند نما گنبد کو اپنے حِصار میں لیے آنکھوں کو خیرہ کر رہے ہیں میری نظریں گنبد پر ٹھہر گئیں اور درود وسلام کا ورد ہونے لگا، کچھ دیر ہی گزری تھی کہ اِس مرتبہ سڑک نشیب کی جانب انڈر گراؤنڈ سے جالی اور ہم تہ خانوں میں نئی شاہراہ پر آگئے، یہاں بھی دائیں بائیں اور اُوپر ٹیوب لائٹیں دن کا سماں پیش کر رہی ہیں یہ منظر نامہ ہمیں حیرت میں ڈبونے کے لیے کافی تھا کہ اب سے پہلے ہم جتنی مرتبہ آئے شہر میں بھی راستے اور شاہراہیں بالائے زمیں دکھائی دیں، اُس وقت روضۂ امام کے چاروں طرف سرکلر روڈ تھی، اندر داخل ہونے کے لیے ہر سمت دروازے اور کشادہ راستے زائرین کے لیے موجود تھے، مسجد گوہر شاد کو جانے والے راستے پر فوارہ تھا جس کا پانی کھلے حوض میں گرتا رہتا اور اسی پانی سے وضو کیا جاتا مگر اب نگاہوں کے سامنے نیا مرقع اور نیا منظر نامہ ہے، نئے رواق میں صحنِ خمینیؒ دیکھا جس میں فوارہ پانی اُچھال رہا ہے، اسی طرح دوسرے مقامات کا نظارہ دامنِ دل کھینچ رہا ہے۔

جشنوارۂ امام کی تقریبات میں تقسیم انعامات کی تقریب جسے ہم جلسۂ تقسیمِ اعزازات بھی کہہ سکتے ہیں، یہ جلسہ اب تک ہونے والی تقریبات میں خصوصی اہمیت کا حامل ہے ہم ہوٹل لالہ میں رات کا کھانا تناول کر چکے، کھانے کی میزوں پر مہمانوں کا تانتا بندھا رہا، ہم فارغ ہو کر آپس میں محوِ گفت گو ہیں کہ دیکھیے آج کا جلسہ کیسا رہے گا اور اس میں کون شخصیتیں جلوہ گر ہوں گی اور ہمیں کب اور کس وقت یہاں سے روانہ

ہونے کے لیے کہا جائے گا، ہمیں یہ تو معلوم ہوا کہ وزیر فرہنگ وارشاد اسلامی اور مختلف صوبوں کے گورنر اور سیکرٹری (دبیر) جشنوارہ بین المللی امام رضا سید جواد جعفری بھی اس جلسہ گاہ میں تشریف لا رہے ہیں لیکن اور بہت سی اہم شخصیات کے بارے میں کچھ خبر نہ ہوئی' ظاہر ہے کہ اس تقریب کی اہمیت کے پیش نظر سیکورٹی کے انتظامات بھی کیے گئے ہم غیر ایرانی مہمانوں کو Foreign Guests کا مصدقہ کارڈ دیا گیا تا کہ ہماری پہچان آسان ہو جائے، اس شناختی کارڈ میں تصویر بھی مع نشانِ وزارتِ فرہنگ وارشادِ اسلامی شامل ہے جسے ہم سب نے اپنی گردن میں آویزاں کیا۔ پروفیسر جکانی یہ نشانِ امتیاز پہن کر خوش نظر آئے کہ آج دن بھر کی مصروفیت کے باعث اس شناختی کارڈ پر چسپاں تصویر کو سرسری طور پر دیکھا تھا اب بغور دیکھنے لگے' بھئی خوب اس میں یہ تصویر آج ہی کھینچی گئی اور اتنی جلدی تیار کر کے اس نشانِ امتیاز میں شامل کر دی گئی میں نے کہا کہ تصویر کو چپکایا نہیں گیا بلکہ اسی کارڈ پر اُتارا گیا ہے اور وہی کپڑے ہیں جو ہم نے آج زیبِ تن کیے تھے، جدید ترین ٹیکنالوجی نے بہت سے کام کر دکھائے ہیں، مظفر اقبال کہنے لگے کہ ایران میں نئی نسل بہت ذہین ہے، یقیناً ہم پاکستانی بھی کچھ کم نہیں مگر ہمارے ہاں قیادت اس معیار کی نہیں کہ وہ ملک اور قوم کی سربلندی کے لیے کوئی تاریخی کردار اَدا کر سکے، ہم یہ باتیں کر رہے تھے کہ فون پر آقائے نبی زادہ نے اطلاع پہنچائی کہ سب مہمان نیچے تشریف لے آئیں فلائنگ کوچ تیار ہیں، ہمیں آج صدا و سیماء کے مرکزی مقام پر پہنچنا ہے جہاں آج کے مہمانِ خصوصی آقائے رحیمی ہوں گے، یہ تقریب سعیدان باکمال، ہنرمند اور خادمینِ فرہنگِ امام رضاؑ کو نشانِ اعزاز انعامی مقابلہ' کتب' خطاطی اور مصوری کے شعبے میں نمایاں کارگزاری پیش کرنے والے دانش وروں کو دیے جائیں گے، ہم سب لباس فاخرہ زیب تن کیے فلائنگ کوچ میں بیٹھنے کی خاطر ہنستے مسکراتے، قدم بڑھاتے لاؤنج سے باہر آئے، سورج غروب ہوئے دیر ہو

چکی ہے، ہوٹل لالہ کے باہر قدرے خنکی کا احساس ہوا، ہم میں سے بیشتر احباب نے بغیر نکٹائی کے سوٹ پہنے ہوئے ہیں البتہ علمائے کرام قبا عبا اور عمامہ سجائے برآمد ہوئے، ان میں علامہ سید حسنین عباس گردیزی اور علامہ وقار حسین زیدی سے رشتۂ محبت قائم ہے کہ یہ دونوں حضرات صاحب ذوق، ادب نواز اور وسیع المطالعہ ہونے کے علاوہ شیریں سخن اور خوب صورت اندازِ اظہار کا مظاہرہ کرتے ہوئے مزاح المومنین بھی صورت میں ہم سب کے ساتھ بے تکلف ہو چکے ہیں، شائستگی اور متانت کا حسین امتزاج اور علم و حکمت کا قرانِ السعدین ان کی شخصیت کی پہچان ہے ہماری فلائنگ کوچ میں آذربائیجان کے نوجوان کشادہ نظر دینی علوم پر دسترس رکھنے والے خوش مذاق رامین اور بھارت سے آئے ہوئے سادہ اور باوقار دانش جو کمیل حیدر بھی موجود ہیں، سوڈان کے دو عالم اور انڈونیشیا کی پُرجوش خاتون بھی بیٹھی ہیں، اسلام آباد سے آئے ہوئے غازی غلام رضا نجم الحسن جعفری اور دوسرے بھی سوار ہوئے اتنے میں شاعرِ اہلِ بیت رفیق مغل کی موجودگی کا احساس ہوا جو خود بھی اپنی موجودگی سے باخبر رکھنے میں طاق ہیں انھوں نے ماں جیسی مقدس ہستی پر نظم مسلسل تخلیق کی ہے جو کتابی صورت میں شائع ہونے کے قریب ہے، ہم شاہراہوں سے گزرتے ہوئے اور باہر کا نظارہ کرتے ہوئے اپنی مشاہدے کی آنکھ کھلی رکھے ہوئے ہیں، مجھے پروفیسر جسکانی اور کبھی مظفر اقبال مختلف مقامات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتاتے جا رہے ہیں کہ جشنِ ظہورِ پُرنور کا سماں روشنیوں کی قوسِ قزح برقی قمقموں سے جگمگاتے پلازے اور بازاروں میں کھلی دکانوں کی سجاوٹ کے مظاہرات ایک سے ایک بڑھ کر عقیدت کے کنول اپنی بہار بے خزاں سے چشمِ باوضو کو نور و فور کا ہدیہ پیش کر رہے ہیں، ہم گنبدِ سبز، اخوندِ خراسانی کے قریب سے گزر کر حرمِ امام کی پشت کی طرف ایک شاہراہ پر آ گئے ہیں جب کہ اس سے پہلے شہید نام جو، آستان قدس باغ، ارشاد الرضا اور بنت الہدی ہسپتال کے قریب سے گزر

ہوا ہماری کوچ ایک ایسے مقام پر جا کھڑی ہوئی جہاں سے ہمیں پیدل تھوڑا سا فاصلہ طے کرنا ہے، سڑک کے بائیں طرف جانے کے لیے ہمیں کوچ سے اُتارا گیا، ایران میں ٹریفک کا نظام ہمارے نظام کے برعکس ہے بل کہ مشرقِ وسطیٰ کے بیشتر ملکوں میں دائیں طرف ٹریفک رواں دواں رہتی ہے کار ہو یا کوچ سٹیرنگ بائیں طرف ہوتا ہے جب کہ پاکستان اور بھارت میں سٹیرنگ دائیں طرف اور ٹریفک کا بہاؤ بائیں طرف ہوتا ہے بہر حال ہم کوچ سے اُترے، سڑک پار کی اور بائیں طرف آ کر ہم اس راستے پر چلنے لگے جہاں سے ہم صدا و سماء (ٹیلی وژن) ہال کی طرف قدم بڑھانے لگے، راستے کے دائیں طرف کئی سٹال لگائے گئے تھے، ان میں گزشتہ برسوں میں ہونے والی تقریبات کی تصاویر لٹریچر اور دوسری بہت سی معلومات کتابچوں اور جریدوں کی صورت میں رکھی گئی تھیں، مَیں نے ذرا ٹھہر کر ان تصاویر کو دیکھنا چاہا، ۲۰۰۸ء میں ہونے والے جشنوارۂ امام رضا کی بڑی بڑی تصاویر خوب صورت فریم میں آویزاں نظر آئیں عجلت میں صرف اتنا دیکھ پایا کہ ایک گروپ فوٹو میں پاکستانی مندوبین میں سید علی رضا کاظمی اور پروفیسر رف رف نظر آئے، چار خواتین کرسیوں پر جب کہ دوسرے تمام شرکاء ایستادہ حالت میں ہیں، ان خواتین میں بیگم علی رضا کاظمی اور ڈاکٹر عاصمہ ممدوٹ کو مَیں نے پہچانا جو امام رضا کے جشن ولادت ۲۰۰۸ء میں شریک ہوئیں، مجھے کسی نے آواز دی، مَیں تیز قدم آگے بڑھا لیکن میرے ہم راہ آنے والے کہیں دکھائی نہ دیے۔

میں نے ایک جگہ دیکھا کہ مغربین کی نماز شروع ہونے والی ہے، اقامت ہو رہی ہے، میں باوضو تھا، ہینڈ بیگ ایک طرف رکھا اور پچھلی صف میں کھڑا ہو گیا، نماز سے فارغ ہوا تو وہاں ایک طرف بیٹھی ہوئی جو خواتین گفت گو کر رہی تھیں وہ آپس میں اُردو بول رہی تھیں، مجھے یک گونہ خوشی ہوئی، ایک لڑکی سے پوچھا بیٹی آپ کہاں سے آئے ہیں، اس نے بتایا کہ وہ کراچی سے آئے ہیں بہت خوب مجھے بہت خوشی ہوئی، ایک دو باتیں اور

ہوئیں مگر اب مجھے دیکھنا تھا کہ میرے ساتھی کس طرف گئے، پیاس بجھانے کی خاطر ایک طرف گیا جہاں ڈسپوزیبل گلاس اور پانی موجود پایا، دراصل پیاس اس خوف کی بنا پر لگی کہ مَیں تنہا رہ گیا تھا، مَیں نے اِدھر اُدھر دیکھا کہ اب کس طرف چلوں، میرے سامنے سے تین چار آدمی ایک طرف جا رہے تھے، دل میں سوچا کہ ان کے پیچھے ہو جاؤں، وہ ایک طرف مڑے تو وہاں بڑے دروازے پر سیکورٹی گارڈ کھڑے تھے ان کی چھان پھٹک ہوئی کچھ دیر بعد وہ اندر داخل ہوئے، یہی وہ ہال ہے جہاں تقریبِ تقسیم انعامات ہونے والی ہے میرے گلے میں نشان امتیاز Foreign Guests لٹک رہا تھا، سیکورٹی گارڈ نے مسکرا کر آگے بڑھنے کا اشارہ کیا، ہال میں قدم رکھتے ہی اپنے ہم سفروں کو تلاش کیا وہ ہال کے دائیں طرف "مہمانان غیر ایرانی کی صف" میں بیٹھے ہیں مَیں قریب گیا اور دائیں طرف کی خالی کرسی پر جا بیٹھا آپ کہاں رہ گئے تھے ایک نے مجھ سے پوچھا، کوئی اور سوال کیجیے مَیں نے کہا، وہ کہنے لگے ہم نے آپ کو ہر طرف دیکھا مگر آپ دکھائی نہ دیئے ظاہر ہے کہ نماز مغربین سے فارغ ہو کر مجھے اس مقام پر آنا تھا سو آ گیا مَیں نے اپنی خفت مٹانے کے لیے جواب دیا حالاں کہ حقیقت یہی ہے کہ میں پریشان سا ہو گیا تھا اور میری حالت یہ تھی کہ بقول غالبؔ:

چلتا ہوں تھوڑی دُور ہر اک تیز رو کے ساتھ
پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو مَیں

وہ تو شکر ہے کہ مَیں تقریب کے آغاز سے پہلے اس جگہ آ گیا، سٹیج پر منتظمین مصروف دکھائی دیئے، پس منظر میں زرنگار پردہ، رنگ و نور میں ڈوبی ہوئی فضا، سٹیج کے حاشیوں پر پھولوں کی قطار اور دائیں طرف میز پر رکھے ہوئے انعامات، شیلڈیں، کتابیں، فریم میں ہر سند کے چاروں طرف بیل بوٹے اور سنہرے حروف میں اللہ کا نام نشانِ امتیاز کی صورت نظر آیا، ترتیب میں حُسنِ ترتیب کا لحاظ رکھتے ہوئے ہر انعام اس

تقریب کی اہمیت کو اُجاگر کر رہا ہے مجھے یوں لگا کہ خیال و خواب سے آگے بھی ایک جہانِ رنگ و بو ہے اور آج ہم اس رنگ و بو کی فضا میں سانس لے رہے ہیں۔

میں اپنے ہم سفر دوستوں کے برابر نشست پر بیٹھا ہوا ہال کی تزئین و آرائش کا جائزہ بھی لے رہا ہوں اور مہمانوں اور شرکائے اجلاس پر بھی نگاہ رکھے ہوئے ہوں خواتین کی تعداد آنے میں نمک کے برابر ہے ان میں ملیشیا سے آئی ہوئی وہ خاتون سب کی مرکزِ نظر بنی ہوئی ہے جس نے تحقیق کے ساتھ ہی نبیؐ آخرالزمان محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی آلِ اطہار علیہم السلام کی تعلیمات کو دل سے قبول کیا، اس خاتون کے شوہر نے ایسے وسائل مہیا کیے کہ دونوں قرآن و اہل بیت سے متمسک ہو کر طمانیت اور ایمان کامل کے ساتھ اس راستے پر آگئے جو بابِ شہرِ علم نبی ﷺ کی طرف جاتا ہے، وہ سفینۂ نجات پر سوار ہو گئے جو حوضِ کوثر سے جا ملے گا، اس خاتون کے حوصلہ و ہمت کو داد دیجیے گا وہ اکیلی یہاں آئی اور مختلف دانش وروں اور علمائے عظام سے مکالمہ کرتی رہی اس کے چہرے پر اطمینان، دل میں نورِ ایمان اور اس کی گفت گو میں دلائل سے اندازہ ہوا کہ وہ پڑھی لکھی آسودہ نظر اور علوم ظاہری اور علوم باطنی سے مالا مال ہے، اس خاتون کا شوہر بوجوہ شریک نہ ہو سکا لیکن اس نے اپنی اہلیہ کو اس لیے بھیجا کہ وہ ایران کے اسلامی انقلاب اور اس کے فیوض و برکات کو بچشم خود دیکھے اور ایسے صاحبانِ فکر و نظر سے ملاقات کرے جو اس کی طرف سے اُٹھائے گئے سوالات کا تسلی بخش جواب دینے پر قادر ہوں۔

اس تہنیتی اجلاس کا آغاز ہوا چاہتا ہے سٹیج پر نظامت کے فرائض انجام دینے کے ساتھ جدید ترین ٹیکنالوجی کی بدولت پردۂ سکرین پر بدلتے منظر نامے اور ساز و آہنگ کے ساتھ دلوں کو گرمانے والی موسیقی کا اہتمام کیا جا رہا ہے امام رضا علیہ السلام کے روضۂ اطہر کی زیارت کرنے کی خاطر آئے ہوئے عقیدت مندوں کے چہروں پر کیمرے کی آنکھ

سے جو کیفیات ناظرین کو دکھائی جا رہی ہیں یقیناً انھیں ہمیشہ کے لیے محفوظ کر لیا گیا ہے، روضۂ پُر نور کے گنبد و مینار فردوسِ نظر بنے ہوئے ہیں، یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہاں شب و روز بارشِ انوار کا نزول ہوتا رہتا ہے، سرزمینِ مشہد کو جنتِ ارضی کہنا چاہیے امام رضا علیہ السلام کے روضۂ اطہر کی ضریح کے ساتھ زائرین اس طرح پیوست نظر آتے ہیں جیسے شہد کی مکھیاں چھتے پر بھنبھناتی رہتی ہیں، اس مقام پر دعاؤں کا تسلسل قائم رہتا ہے اور چشمِ عقیدت سے آنسو اس طرح برستے ہیں جیسے گھٹائیں، غریبُ الغربا کے حضور غریبوں کی فریاد اور عقدہ کشائی کے لیے التجا، بیماروں کی شفایابی کے لیے دعا ایسا زندہ اعجاز ہے کہ اس عظیم المرتبت ہستی اور نائبِ رسولؐ کی بارگاہ میں جو فریاد کی جاتی ہے اسے سنا جاتا ہے، جو التجا کی جاتی ہے وہ باریاب ہوتی ہے اور جو دعا کی جاتی ہے اسے درجہ قبولیت حاصل ہوتا ہے، کیوں نہ ہو، حضور نبی کریمؐ کا گھرانہ عقدہ کشائی اور مشکل کشائی میں اپنی مثال آپ ہے:

فردوسِ نظر گنبد و مینار شب و روز
رہتی ہے یہاں بارشِ انوار شب و روز

مشہد کی زمیں جنتِ ارضی ہے جہاں میں
ایسی ہے کہاں رونقِ بازار شب و روز

اس جا پہ دعاؤں کا تسلسل نہیں ٹوٹا
ہر سمت نظر آتے ہیں زوّار شب و روز

یوں چشمِ عقیدت سے برستی ہیں گھٹائیں
ہر شخص دعاؤں میں ہے سرشار شب و روز

اے عقدہ کشا کیجیے اب عقدہ کشائی
فریاد غریبوں کی ہے سرکار شب و روز

پاتے ہیں شفا روضۂ اقدس پہ پہنچ کر
کیسے نہ بھلا آئیں گے بیمار شب و روز

مشکل ہے بہت روضے کی جالی سے لپٹنا
دیکھے ہیں یہاں ایک سے آثار شب و روز

بس ایک تمنا کہ رکھیں قدموں پہ آنکھیں
رکھتے ہیں سبھی دیدۂ بیدار شب و روز

اک پھول سا چہرہ ہے تصور میں ابھی تک
یوں بھی تو حسنؔ ہوتا ہے دیدار شب و روز

اس تقسیمِ انعامات کے جلسے میں صدر محمود احمدی نژاد کے معاونِ اول آقائے رحیمی تشریف لائے ہیں، تلاوتِ قرآنِ پاک کا آغاز ہوا قاری کی آواز میں وہ سوز ہے کہ دل میں اللہ تعالیٰ کی اَن گنت نعمتوں کا خیال آتے ہی کیفِ بوذری طاری ہونے لگا۔ آنکھیں پُر نم ہو گئیں سورۂ رحمٰن کی تلاوت کرنے اور سننے سے بیمار شفا پاتے ہیں، ہال میں بیٹھے سامعین جذبِ دروں کے ہاتھوں بے اختیار سبحان اللہ کی صدائے دل نواز بلند کرتے ہیں، اس تقریبِ پذیرائی میں گورنر خراسان اور امام جمعہ آقائے علم الہدیٰ تشریف فرما ہیں، کچھ دیر کے لیے بزرگ ترین ہستی رئیسِ مجلسِ خبرگان آیت اللہ مہدوی کنی تشریف لائے، وہ ضعیفی اور ناتوانی کے باوجود اس اجلاس میں شریک ہوئے، انعامات کی تفصیل سے قطع نظر خادمینِ فرہنگِ امام رضاؑ کے لیے کل ۱۴ معزز اور منفرد دانش وروں کے نام منتخب کیے گئے۔ ان میں سات ایران کے اور سات بیرونِ ایران

سے لیے گئے، اس انتخاب کا معیار اور خادمینِ فرہنگِ امامؑ رضا کا مقام و مرتبہ ہر اعتبار سے میزانِ عدل میں رکھ کر حتمی قرار دیا گیا۔

ایران میں فنونِ لطیفہ، صحافت اور خطاطی کا مصدقہ معیار اور اہلِ ایران کا ان علوم و فنون سے متعلق بڑھاوا دینے میں عملی دل چسپی کے مظاہرات ہر جگہ دیکھنے کو ملتے ہیں اسی طرح فنِ تعمیر میں ان کی انفرادیت قائم و دائم ہے، ان کے ہاں نیلا رنگ اور ٹائل پر بنے نقش و نگار کا مشاہدہ کرتے ہوئے یہ خیال آتا ہے کہ وسعتِ نظر اور جمال پسندی کا حسین امتزاج اہلِ ایران کا طرۂ امتیاز ہے، ان کی صحافت میں ادبیت اور زبان و بیان میں نفاست، سلیقہ مندی اور ہنر مندی، الفاظ میں حُسنِ تراکیب ان کی شناخت ہے، فنِ خطاطی میں اہلِ ایران نے جو کمالات دکھائے اور ارتقائی عمل میں مختلف خطوط کی ایجاد خصوصاً خطِ نستعلیق، خطِ گل زار، خطِ ثلث اور بہت سے منفرد خط ان کی ذہنی اور خلاقی صلاحیتوں کا منھ بولتا ثبوت ہے۔

مقصدِ جشنوارۂ امام علیہ السلام:

اس تقریبِ دل پذیر کے انعقاد کا مقصود بھی یہی ہے کہ وہ علم و ادب ثقافت، دینی اشغال اور صحافتی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی تگ و دو اور فنِ خطاطی و مصوری میں نام وری کے پیشِ نظر ان ہنر مندوں کی پذیرائی کا اہتمام کیا جائے جو ان مختلف شعبوں میں کسی نہ کسی حوالے سے اپنی خدمات پیش کرنے میں نمایاں ہیں اور ان کے کارناموں کی بدولت ایران میں فنونِ لطیفہ، صحافت، دینی اشغال، خطاطی اور مصوری کی تاریخ میں نئے ابواب کا اضافہ ہوا، چناں چہ خادمینِ فرہنگِ امامِ رضاؑ کا اعزاز پانے والوں کے نام پکارے گئے، ہال میں تالیاں گونجنے لگیں ان میں سات افراد کا تعلق ایران کے مختلف شہروں سے تھا، ہر فن کار کو بلانے سے پہلے سٹیج پر چھ سات معززین کو زحمت دی گئی کہ وہ انعام پانے والے ہر خوش نصیب کا استقبال کریں ان معززین میں

گورنر، رئیس مجلس خبرگان آیت اللہ کے منصب پر فائز علمائے عظام اور حکومت کے اعلا عہدہ دار شامل ہیں، انعام حاصل کرنے والا ہر ایک سے مصافحہ کرتا ہے، رسمی بوسہ لینے اور انعام کی شیلڈ، سرٹیفکیٹ اور کتابیں لیتے ہوئے قدرے جھک کر تسلیم بجالانے کا فریضہ انجام دیا جاتا ہے، نقابت کا فریضہ انجام دینے والا تعارفی جملے ادا کرتے ہوئے دوسرے اور تیسرے خوش نصیب کو مدعو کرتا ہے پردۂ سکرین پر مختلف منظر اُبھرتے اور بدلتے رہتے ہیں، اسی طرح مووی کیمرے ہر لمحے کی تصویر کھینچنے میں مستعد نظر آرہے ہیں، ہمارے غازی غلام رضا بھی متحرک ہیں، کبھی سٹیج کی طرف اور کبھی سامعین کی طرف اپنے کیمرے کا رُخ کرتے دکھائی دیئے ان کو مصروف عمل دیکھ کر مجھے بھی تحریک ہوئی، میں نے بھی دو چار شارٹ لیے، آذر بائیجان، سوڈان، بھارت، چین، بیلجیم، ملیشیا اور پاکستان کے غیر ایرانی دانش ور، محقق، ادیب اور فن کار بھی سٹیج پر بلائے گئے، بیلجیم میں امام رضا مسجد کو انتہا پسندوں نے نقصان پہنچایا اور وہاں کے پیش نماز خطیب کو شہید کیا گیا اس کی بیوہ کو شوہر کی خدمات دینی کے عوض یہ اعزاز دیا گیا، اسی طرح ملیشیا سے آئی ہوئی سکالر خاتون کو انعام سے نوازا گیا آذر بائیجان کے راہمین کو ان کی تبلیغ کے منفرد انداز پر انعام ملا کہ وہ نوجوان طبقے میں ہر دلعزیز ٹھہرائے گئے، پاکستان سے علامہ حسنین عباس گردیزی کو ان کی دینی خدمات خصوصاً تحقیق اور اسلام آباد میں مدرسہ جامع الرضا قائم کرنے پر خراج تحسین پیش کرتے ہوئے سٹیج پر تشریف لانے کی دعوت دی گئی ہال تالیوں سے گونجنے لگا، قبا و عبا میں ملبوس اور سیاہ عمامہ سر پر سجائے باوقار انداز میں علامہ گردیزی شہ نشین کی طرف چلے، ہم سب نے آفرین کی صدائیں بلند کیں، سرو قامت، گندمی رنگ، آنکھوں میں ذکاوت کی چمک، چہرے پر جلال و جمال کی آب و تاب، پیکرِ علم و دانش اور گفت گو میں عالمانہ لہجہ علامہ حسنین عباس گردیزی ایم ایس سی ایگریکلچر فیصل آباد زرعی یونیورسٹی کے فارغ التحصیل اور قم شہر زہاد کے جید علماء کے سامنے

زانوے تلمذ تہ کر کے دس برس دینی علوم سے بہرہ یاب ہونے والے عالم بے بدل، کشادہ نظر، آئینہ دل اور انسان دوست، ہمدرد اور ادب پرور کہ ان کا ہم سفر ہونے کا اعزاز مجھے اور پروفیسر محمد اقبال جسکانی کو حاصل رہا، انھوں نے جو انعام واکرام حاصل کیا اس سے کہیں بڑھ کر ان کا وہ کارنامہ ہے کہ وہ دنیا طلبی کی بجائے دینی تعلیم کے حصول کی خاطر حدیث، الفقر فخری کا عملی نمونہ بن گئے، سچ ہے کہ:

وہ قدر دان علم و ہنر ہیں خدا گواہ
دولت کے ڈھیر خاک ہیں اُن کی نگاہ میں

علمائے کرام وارثان علم نبی کہلانے کا استحقاق اسی صورت میں رکھتے ہیں جب ان کا کردار و عمل بھی ایسا ہو جائے کہ انھیں دیکھ کر اسوۂ رسولِ مقبول ﷺ کی یاد تازہ ہو جائے یہ صاحبانِ علم بھی ایسے ہوں کہ ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی تمنا اور ان کی صحبت میں بیٹھنے کی خواہش دیکھنے والوں کے دلوں میں پیدا ہو جائے، اصلاحِ معاشرہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ معاشرے میں علم و ہنر سے گہرا شغف پیدا ہونے کے امکانات روشن دکھائی دیں اور ہمارے علمائے کرام وہی طرزِ زندگی اختیار کرنے پر مائل ہوں جس کی مثال امیر المومنین مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے پیش کی ان جیسا ہونا تو ممکن نہیں وہ راستہ اختیار کرنے کی طلب اور ویسی مثال پیدا کرنے کا خیال تو ہونا چاہیے:

مزدور بن کے جس نے بسر کی وہ بوتراب ؑ
نانِ جویں پہ جس نے گزر کی وہ بوتراب ؑ
خواہش دلوں سے چھین لی زر کی وہ بوتراب ؑ
تا حدِ علم جس نے نظر کی وہ بوتراب ؑ

خوفِ خدا ہے جس کے بدن میں لہو نہیں
جس کی رضائے حق کے سوا آرزو نہیں

علم سے محبت کرنے والے درویش صفت انسان آج بھی موجود ہیں اور ان کی قدر و منزلت ایسے صالح معاشرے میں ہوا کرتی ہے جس کا ثبوت ہمیں ایران میں اس وقت ملا جب تقریب پذیرائی میں تقسیم انعامات ہوئی اور آقائے رحیمی معاونِ اوّل حکومتِ ایران، وزیرِ فرہنگ و ارشادِ اسلامی آقائے سید محمد حسینی اور گورنر خراسان نے اپنے اپنے خطبوں میں ان صاحبانِ علم کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا، آقائے رحیمی نے فرمایا کہ ہم اس جشنوارۂ امام کی تقریبات میں ہر سال یہ اہتمام کرتے ہیں کہ علم و ہنر کے مختلف شعبوں میں کارکردگی کا معیار پیش نظر رکھتے ہیں آج ایران اور دوسرے ممالک سے ہمارے قابلِ قدر ہنرمندوں اور دانش وروں نے انقلاب اسلامی برپا ہونے کے بعد جو کارہائے نمایاں انجام دیے ان کا اعتراف کرنا ہمارا خوش گوار فریضہ ہے، یہ تقریبِ تقسیم انعامات امام خمینیؒ بانیٔ انقلاب اسلامی کے خواب کی تعبیر ہے کہ وہ عالمِ اسلام کی سربلندی کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہے اور استکبار کے خلاف سینہ سپر رہے، انھوں نے طاغوتی قوتوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انھیں للکارا اور مستضعفین کے حق میں آوازِ بلند کی، امام خمینیؒ نے فرعونیت کو سرنگوں کرنے کی خاطر ایران کے مقہور و مظلوم عوام کے دلوں میں جوش و خروش پیدا کیا کہ لشکرِ ظلم کی یلغار بھی رُک جائے گی، شب گزرنے میں اب دیر نہیں، صبح درخشاں طلوع ہونے والی ہے، یہ ایسی آواز تھی جو اُفق تا بہ اُفق گونجی اور یہ آواز حرفِ صداقت بن کر دلوں میں گھر کر گئی کہ اب قیصر و کسریٰ کے حضور کوئی سر نہیں جھکائے گا، کوئی شداد کی جنت کی طرف رخ نہیں کرے گا، اب کوئی دستِ رعونت پر بوسہ نہیں دے گا، سرزمینِ ایران کو شہنشاہیت سے پاک کر دیا جائے گا، امام خمینیؒ کا ایک ہی نعرہ تھا کہ ہماری آہِ سحر گاہی بے اثر نہیں، عوا

کی قربانیاں رنگ لاکر رہیں گی، آقائے رحیمی نے صبح انقلاب سے متعلق جو کچھ بیان کیا یقیناً وہ سب کچھ درست ہے اس لیے کہ اب اہلِ ایران کے تشخص کی یہی علامت ہے کہ وہاں صرف اور صرف قادر مطلق کی اطاعت ہو رہی ہے، ان کے دلوں میں کسی طاغوتی قوت کا خوف نہیں، وہ سائنسی علوم کے حصول میں سرگرم عمل ہیں، جس کے سبب طاغوتی قوتیں خصوصاً امریکا اور اسرائیل ان سے خوف زدہ ہیں، آقائے رحیمی نے شہر مقدس اور اس کے گردو نواح میں آباد مقامات کی تاریخی اہمیت کے حوالے سے اس بات کا ذکر بھی کیا کہ امام رضا علیہ السلام کے دم قدم سے ایران ترقی کی منازل طے کر رہا ہے اسی طرح گورنر خراسان اور امام جمعہ آقائے علم الہدیٰ نے مہمانوں اور انعامات حاصل کرنے والے دانش وروں کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا کہ ہم ہر سال ماہ ذی قعد میں یہ تقریبِ پذیرائی منعقد کرتے ہیں اور یہ سلسلہ آئندہ بھی جاری رہے گا تاکہ علم و ثقافت اور مختلف فنون سے وابستہ ہنر مندوں کی عزت افزائی اور قدر دانی سے یہ تمام شعبے ترقی کرتے رہیں، وزیر فرہنگ وارشاد اسلامی آقائے سیّد محمد حسینی کا یہ مختصر جملہ یادگار ہے کہ "ہدف اصلی برپای جشنوارہ امامؑ رضا معرفی مکتب اسلام از دیدگاہ امام رضا علیہ السلام است، انھوں نے یہ بھی کہا "خوشنویسی یک موہبتِ الٰہی است" آقائے سیّد محمد حسینی خود بھی بہت معروف خطاط ہیں، ایران میں فنِ خطاطی میں ید طولیٰ رکھنے والے ہر عہد میں اپنے کمالات دکھاتے رہے، اہلِ ایران نے ان کی قدر و منزلت اور عزت افزائی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، اس تقریب سعید میں بھی ایسے خوش نویسوں کو انعامات دیئے گئے، جو اس فن اور دینی تعلیمات کی ترسیل و تبلیغ میں گہرا شغف رکھتے ہیں' حقیقت یہ ہے کہ جہاں دوسرے فنونِ لطیفہ کی پذیرائی کا اہتمام ہوا وہاں آقائے حسینی کے بقول جشنوارہ ملی خوش نویسی رضوی کہ با استقبال خوشنویسیاں و ہنرمندان مواجہ شدہ در نوع خود بی نظیر است و باید اینکہ ہر ساله باشکوہ تر برگزار شود"

اس جلسۂ تقسیمِ انعامات کی نمایاں ترین خوبی یہ تھی کہ آغاز سے انجام تک نظم وضبط برقرار پایا گیا، تقریب کے دوران حفظِ مراتب کا لحاظ رکھا گیا۔ سٹیج کے پیچھے پردۂ سکرین پر مسلسل مناظرِ زیارتِ روضۂ امام دکھائے جاتے ہیں اسی طرح انعام یافتگان کے اسمائے گرامی اور تصاویر کی جھلکیاں پیش کی جاتی رہیں جلسے کے اختتام کا اعلان ہوا، مشروبات اور ثمرات سے میزیں سجی ہوئی پائی گئیں، قرینے سے ہر شخص نے اپنی پسند کا مشروب اور پھل اُٹھایا، اپنے احباب کے ساتھ بیٹھ کر لطفِ گفت گو بھی حاصل کیا ہم نے بھی اپنے ہم راہ آئے ہوئے دوستوں کے ساتھ خوش مذاقی اور اس تقریب کے معیار پر گفت گو کی ثمرات اور جوس سے لذتِ کام و دہن اٹھائی اور اپنے میزبانوں کو خراجِ تحسین پیش کر کے یہ خوش گوار فریضہ انجام دیا۔

پروفیسر اقبال جسکانی اور دوسرے چند دوستوں کا خیال تھا کہ اسی تقریب میں انھیں بھی کوئی سندِ اعتبار عطا کی جائے گی، ایسا نہیں ہوا بل کہ دوسرے دن آخری تقریب میں ہماری توقع سے بڑھ کر یہ اہتمام کیا گیا۔ فی الوقت یہاں سے ہوٹل لالہ روانہ ہونے کی تیاری ہونے لگی، ہم سب یک جا ہوئے ہم نے علامہ حسنین عباس گردیزی کو دلی مبارک پیش کی کہ یقیناً آپ نے دینی تعلیم کے فروغ اور جامعۃ الرضا کے قیام میں جس قدر لگن کے ساتھ صبح وشام جدوجہد کی وہ اپنی مثال آپ ہے دوسرے آپ نے دنیاوی تعلیم مکمل کرنے کے بعد دینی علوم پر دسترس حاصل کرنے کی خاطر قم میں زانوئے تلمذتہ کیے اور عظیم المرتبت اور جید علماء سے کسبِ فیض کیا آپ اس سے بھی بڑے انعام کے مستحق ہیں، علامہ گردیزی میں عاجزی اور انکساری درجہ کمال پر ہے وہ صرف مسکرا کر شکریہ ادا کرتے رہے ہیں ہم فلائنگ کوچ میں اپنی منزل مقصود کی طرف جا رہے ہیں شہر میں سڑکوں کا جال بچھا ہوا ہے، رات کا سماں ہے، روشنیوں کا سیلاب ہے، دن کی طرح ہر منظر ہماری نگاہوں میں سما رہا ہے، ٹریفک کا بہاؤ رواں دواں ہے،

یہ جشنِ امام کا فیض ہے کہ دل میں طمانیت اور فرحت ایک دوسرے میں گھل مل رہی ہیں زبان پر سبحان اللہ، جزاک اللہ اور درود و سلام کے کلمات آتے ہیں، ہوٹل کے دروازے پر قدم رکھا، دروازہ خود بخود کھلا، یہ خود کار شیشے کے دروازے مہمان کا راستہ نہیں روکتے بل کہ اپنے بازو پھیلا دیتے ہیں کہ آیئے چشم ما روشن دلے ماشاد! اس دور کی ٹیکنالوجی آدمی کے خواب کی تعبیر ہے، کبھی کھل جا سم سم کہا دروازہ کھلا اب قدم رکھا نہیں کہ دروازہ استقبال وا ہو گیا، گویا دروازہ نہ ہوا، چاہنے والے کا ارادہ بن گیا جو زبانِ حال سے کہنے لگا ہو:

مجھے تھا انتظارِ یار آخر
میں کیسے ڈالتا زنجیرِ در میں

بھوک چمک رہی ہے، رات کافی ہو چکی، اُوپر کمرے میں جانے کی بجائے ہم سیدھے سجاؤ طعام گاہ میں داخل ہوئے، ایک میز پر ہم چار افراد بیٹھ گئے، مظفر اقبال سے اکثر مدد لینی پڑتی ہے میں نے دہی کا پیکٹ کھلوانے کے لیے ان سے رہ نمائی حاصل کی، اسی طرح وہ جام اور مکھن کے سربہ مہر ڈبیہ کھولنے میں مہارت رکھتے ہیں، مجھے ہر جگہ ان کی منت کرنے سے کام ہے اور وہ بے طلب میری مدد پر آمادہ رہتے ہیں، پروفیسر جسکانی اپنی پلیٹ میں سلاد بھر کر لائے، ادھر ہماری میز پر زعفرانی چاول اور سلطانی اور کوبیدہ کباب آ گئے، رائین کچھ دیر ہماری میز پر بیٹھے وہاں سے اٹھ کر مقامی نوجوانوں میں جا بیٹھے ان کے قہقہے گونجنے لگے ہم کھانا کھاتے ہوئے رائین جیسے نوجوان دانش ور کی زندہ دلی اور خوش خوراکی پر گفت گو کرتے رہے، کھانا تمام ہوا ہم میز پر بیٹھے رہے، مظفر اقبال دوسری میز پر جا بیٹھے اور وہاں ایک خاتون کے ساتھ محوِ گفت گو پائے گئے، پروفیسر جسکانی مسکرائے، بھلا کیا باتیں کر رہے ہیں، اور یہ خاتون کون ہیں۔ آپ اپنے کام سے کام رکھیں، میں نے کہا وہ کوئی بھی ہو مظفر اقبال کی محویت کا یہ

عالم تھا کہ ہم دونوں وہاں سے اُٹھ کر آگئے اور لباس بدل کر بستر پر دراز ہو گئے، خاصی دیر کے بعد مظفر اقبال کمرے میں داخل ہوئے، زندہ باد آپ تشریف لے آئے، مَیں نے کہا مظفر اقبال صاحب مان گئے آپ کو پروفیسر جسکانی کہنے لگے آپ تو چھپے رستم نکلے، یہ اور اس طرح ہمارے درمیان "مزاح المومنین" اکثر ہوا کرتا، ہمیں تکان کے سبب نیند نے آلیا ہم سو گئے یہ الگ بات ہے کہ نیند میں پروفیسر جسکانی کے خراٹوں کی آواز آتی رہی۔

دوسری صبح طلوع ہوئی، ہمیں الوداعی تقریب میں شریک ہونا ہے، وہی راستہ اور وہی مہمان، ہوٹل کے باہر دو فلانگ کوچ کھڑی ہیں کالے گورے، گندمی بھی مہمان بن سنور کر نکلے اور جسے جہاں جگہ ملی بیٹھ گیا، موسم انتہائی خوش گوار اور فرحت افزا ہے، اس مرحلے میں پرانی یادیں بھی تازہ ہونے لگیں، ۲۰۰۸ء نومبر کی دس تاریخ کو اسی طرح امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کا جشنِ ولادت ہونے والا تھا، شہر میں سردی نقطہ انجما تک پہنچ گئی تھی سرد ہوا چلی تو پاکستانی زائرین کے دانت سے دانت بجنے لگے، بازاروں میں گرم کپڑوں کی خریداری ہو رہی تھی، مَیں نے اپنی بیوی نفیسہ حسن کے لیے ۱۲ ہزار تومان میں جلیو ایک جیکٹ خرید کر دی، مَیں اپنے خیالات میں گم ماضی کے سفرِ زیارت کی بھول میں جانے کہاں جا پہنچا کہ مجھے غازی غلام رضا کی آواز سنائی دی وہ کہنے لگے آج ہمارا یہاں آخری دن ہے کل ہمیں یہاں سے روانہ ہونا ہے، جس پر مظفر اقبال خاموش رہے کہ انھیں یہاں قیام کرنا ہے، ہماری کوچ روانہ ہو چکی ہے مَیں ایک بار پھر ماضی کی طرف پلٹا مجھے یاد آیا شہر کا آسمان آئینے کی طرح صاف دکھائی دے رہا تھا او ہم سب زائرین کشاں کشاں روضے کے بلند و بالا دروازۂ طوسی سے گزر کر صحنِ حرم میں داخل ہوئے تھے، کسی نے سچ ہی کہا اور شاعر کی بات کو جھٹلانا آسان نہیں سرور مجاز شعر میرے اندر پیدا ہونے والی یادوں کی تصدیق کے لیے کافی ہے:

کہتے ہیں جس کو یاد وہ عادت ہے ذہن کی
قصداً اگر نہ آئی تو بھولے سے آئے گی

گویا ۱۰ نومبر ۲۰۰۸ میری چشمِ تصور کے سامنے ہے اور میں گزرے ہوئے دن کو آج ۲۸ ستمبر ۲۰۱۲ جمعۃ المبارک کے آئینے میں دیکھ رہا ہوں، میرے صاحب زادے انجینئر مجتبیٰ حسن نے کمپیوٹر کے ذریعے شہرِ مقدس کا ٹمپریچر، موسم کا حال اور پیشگی اطلاع بسلسلہ ابرو باراں نکال کر دیا تھا، یہ پندرہ روز کی FORECAST میرے سامنے تھی مگر آج ۲۸ ستمبر کو موسم میں وہ شدت نہیں، مختصر قیام کے دوران شہر کا موسم ٹھہرا ہوا اور معتدل ہے، طبیعت پر اس موسم نے خوش گوار اثرات مرتب کیے ہیں، جی چاہتا ہے کہ ہم زیادہ عرصہ ٹھہریں مگر ہمیں کل صبح یہاں سے روانہ ہونا ہے ہم سب روضۂ امام کی پشت پر سڑک کے کنارے کوچ سے اُترے اور ہال کی جانب روانہ ہوئے۔ ہال میں لوگ نشستوں پر بیٹھے ہوئے ہیں، ہمیں مہمانوں کی مخصوص جگہ پر بٹھایا گیا، گورنر خراسان اور دبیرِ جشنوارہ بین المللی امام رضا (ع) سید جواد جعفری تشریف لا چکے ہیں، اجلاس کی کارروائی کا آغاز تلاوتِ قرآن پاک سے ہوا نعت و منقبت پڑھی گئی، پہلے انعامات کی تقسیم کا مرحلہ طے ہونا قرار پایا، مقامی لوگوں میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے ہنر مندوں کے نام پکارے گئے انھیں مختلف خدمات بجا لانے کے عوض انعامات دیئے گئے۔ انعام دینے کا انداز وہی تھا کہ سٹیج پر معتبر اور منفرد زعماء کو ایک قطار میں کھڑے کیا گیا ہر انعام پانے والا سب سے مصافحہ کر کے اور رسمی بوس و کنار کا فریضہ انجام دے کر شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنا انعام اور سرٹیفکیٹ وصول کرتا ہے اور پھر اپنی نشست پر آ کر بیٹھ جاتا ہے غیر ایرانی مہمانوں کو بھی باری باری بلایا گیا۔ پروفیسر اقبال جسکانی بہت خوش نظر آئے، کہنے لگے کہ اگر ہم خالی ہاتھ گھر واپس جاتے تو احباب سے شرمندہ ہوتے کہ ہم کیا لائے وہ اپنا انعام لے کر آئے تو ان کے چہرے پر طمانیت کے

آثار دیکھ کر یقین آگیا کہ ان کی بات درست ہے۔

جمالِ رضا:

میں نے ظہور پر نور کے جشن میں شرکت کا دعوت نامہ موصول ہوتے ہی امام رضا علیہ السلام کے حالاتِ زندگی، سیرت و کردار اور ان کی تعلیمات سے متعلق ایک بھرپور مضمون لکھا، امام رضا علیہ السلام کی منقبت پر مبنی سلام عقیدت ترتیب دیئے اسی طرح بانیٔ انقلابِ اسلامی حضرت آیت اللہ خمینیؒ اور طلوعِ صبحِ بشارت کے عنوان سے منظومات تخلیق کیں اور ایک کتابچے کی صورت میں اظہار سنز سے چھپوانے کا اہتمام کیا یہ کتابچہ چھتیس صفحات پر مشتمل ہے جس کا نام "جمالِ رضاؑ" رکھا، اس کا انتساب موجودہ ایرانی صدر آقائے ڈاکٹر محمود احمدی نژاد کے نام کیا، جس وقت اس جلسۂ انعامات میں میرا نام پکارا گیا میں چند نسخے "جمالِ رضاؑ" کے ہاتھ میں لے کر سٹیج پر آیا اور گورنر خراسان اور دبیرِ جشنوارہ سید جواد جعفری کے علاوہ علماء کی خدمت میں پیش کیا سب نے مسکرا کر یہ کتابچہ وصول کیا، اس مختصر مجموعے میں دو سلام منقبت فارسی زبان میں بھی شامل ہیں اس کتابچے کے سرورق پر امام رضا علیہ السلام کے روضے کا گنبد نمایاں ہے جس پر گوہر ہشتم تحریر ہے اور اس کے نیچے یہ شعر کمپوز کیا گیا ہے:

مشہد کی زمیں گوہر ہشتم سے ہے روشن

سورج بھی اسی خاک کے ذروں سے بنا ہے

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ اس کتابچے میں امام رضا علیہ السلام کی سیرت اور حالاتِ زندگی پر مختصر مضمون شامل ہے، آیئے اسے بھی پڑھتے ہوئے عرفان و آگہی کی شمع روشن کرتے ہیں۔

گوہر ہشتم...... امام ضامن علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام

خاندانِ نبوت کے فیوض و برکات کا احاطہ ممکن نہیں، دنیا میں سلسلۂ ہدایت کی نشانیاں ہر مقام پر کسی نہ کسی صورت نظر آتی ہیں، وہ علمائے کرام ہوں، یا صوفیائے عظام ان سب کی نظر میں خاندان رسالت مآبؐ سے نسبی تعلق رکھنے والے بزرگانِ دین کی عظمت اور ان کے کردار و عمل کی رفعت سے بہرہ یاب ہونے کا تصور واضح ہے، یہی وہ ہستیاں ہیں جو علم و حلم میں یکتائے روزگار ہیں، یہی وہ بندگانِ خاص ہیں جو خلائق کی عقیدت کا مرکز و محور ہیں، انھوں نے اپنی حیاتِ ظاہری میں مخلوقِ خدا کے مسائل حل کیے، اسلام کی سربلندی اور حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے آئینے کا عکسِ جمیل بن کر یہ ثابت کیا کہ وہی وارثانِ نبوت ہیں، دینِ محمدی کی ضمانت فراہم کرنا ان کی ذمہ داری ہے، انھوں نے ہر مشکل کی گھڑی میں عالمِ اسلام کے مسائل حل کیے، ہر دورِ ابتلا میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ صبر و استقامت کے ساتھ مخالف قوتوں کی ریشہ دوانیوں کا نہ صرف مقابلہ کیا بلکہ اسلام دشمن طاقتوں کی سازشوں کو طشت ازبام کیا۔ ان عظیم المرتبت ہستیوں کی روئے زمین پر کوئی مثال و نظیر نہیں، ان سے بڑا کوئی عالم نہیں دیکھا گیا، وہ اشرف مخلوقِ زمانہ ہیں۔ یہی وہ بے مثال افرادِ نبوت ہیں جو ہر زبان اور ہر لغت میں اپنے مطالب بیان کرنے پر قدرت رکھتے ہیں، ان سے جس شخص نے جس زبان میں گفت گو کی، وہ اسی زبان میں جواب دیتے رہے۔

حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام امام ہشتم نسلِ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے نسبتِ نسبی رکھنے والے دسویں صاحب عصمت فرد فرید ہیں، علامہ محمد طلحہ شافعیؒ لکھتے ہیں کہ آپ بارہ اماموں کے تیسرے ''علی'' ہیں۔ علامہ عبدالرحمن جامی کا بیان ہے کہ آپ کی باتیں پُراز حکمت، آپ کا ہر عمل درست اور آپ کا کردار عن الخطا ہے، آپ کے فضائل کا شمار ممکن نہیں، علامہ طبری لکھتے ہیں کہ آپ کو رضا اس لیے کہا گیا کہ آسمان و زمین میں

اللہ ﷻ و رسولِ مقبول ﷺ اور جملہ معصومین ؑ نیز اپنے اور بیگانے سب آپ سے راضی رہے، امام علی بن موسیٰ الرضا ؑ کی زندگی کا بیشتر حصہ اپنے والد بزرگ امام موسیٰ کاظم ؑ کے زیرِ سایہ بسر ہوا البتہ تیس پینتیس برس گزرنے پر آپ مدینے میں تنہا رہ گئے جب کہ امام موسیٰ کاظم ؑ کو بغداد میں رکھا گیا، قید و بند کا زمانہ اور خلیفہ عباسی ہارون الرشید کا ظلم و ستم تاریخ کا وہ سیاہ باب ہے جسے بھلایا نہیں جاسکتا۔ یہاں تک کہ ۱۸۳ھ میں امام ہفتم حضرت موسیٰ کاظم ؑ کو زہر دلوا کر شہید کیا گیا اور ۱۴ برس قیدِ تنہائی میں گزار کر کسمپرسی کی حالت میں دنیا سے رخصت ہوئے۔ شہادت کے وقت بھی آپ کے ہاتھوں میں ہتھکڑی اور پاؤں میں بیڑیاں تھیں۔ امام رضا ؑ بہ اعجاز امامت تشریف لائے اور پدر بزرگوار کے غسل و کفن اور تدفین کا انتظام فرمایا۔ مدینے میں اطلاع ہوئی تو کہرام بپا ہوا۔

امام علی رضا ؑ پیکرِ صبر و استقامت اور خود دار خودنگر اس عظیم سانحے پر بارِ امامت اٹھانے اور عوام الناس کی رہنمائی کا فریضہ انجام دینے پر مامور ہوئے آپ کے سامنے کوئی آتا تو پہلی نظر میں آپ پہچان لیتے کہ وہ مومن ہے یا منافق۔ آپ ہر سوال کا جواب قرآن کتابِ ہدایت سے دیتے، آپ نے جتنی پیش گوئیاں ارشاد فرمائیں وہ سب سچ ثابت ہوئیں۔ ہارون رشید کے بیٹوں امین اور مامون رشید پر نظر ڈالی اور فرمایا کہ عنقریب امین کو مامون قتل کردے گا چناں چہ ایسا ہی ہوا۔

مامون رشید کے دربار میں علماء و فضلاء موجود ہوا کرتے، آپ سے مناظرہ کرتے ان میں یہود و نصاریٰ کے علماء بھی تھے لیکن آپ کی موجودگی میں ان کا چراغ نہ جلتا۔ آپ سب کو لاجواب کردیتے، امام رضا ؑ حروفِ تہجی سے متعلق ایسے بہت سے نکات بیان فرماتے کہ لوگ انگشت بدنداں رہ جاتے۔ اسی طرح مختلف غذاؤں کے حوالے سے آپ کے ارشادات حرفِ آخر کا درجہ رکھتے ہیں مثلاً بچوں کے لیے ماں کے

دودھ سے بہتر کوئی دودھ نہیں، منقی صفرا کو درست کرتا ہے۔ بلغم کو دُور کرتا ہے پٹھوں کو مضبوط کرتا، نفس کو پاکیزہ بناتا اور رنج وغم کو دُور کرتا ہے شہد میں شفا ہے اگر کوئی شہد ہدیہ کرے تو واپس نہ کرو، گلاب جنت کے پھولوں کا سردار ہے۔ صلۂ رحم اور پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے سے مال میں زیادتی ہوتی ہے، قرآن پڑھنے، شہد کھانے اور دودھ پینے سے حافظہ بڑھتا ہے۔ مختصر یہ کہ آپ کے اقوال کو یکجا کیا جائے تو ایک دفترِ حکمت بن سکتا ہے۔

امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام نے مجالسِ عزا کا اہتمام فرمایا۔ شاعر آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعبل خزاعی کی سرپرستی فرمائی ایامِ عزا میں خصوصی طور پر عاشور کے دن آپ بہت مغموم ہوا کرتے اور فرماتے کہ یہ دن انتہائی رنج وغم کا ہے لہٰذا ذکرِ شہدائے کربلا ہوا کرتا۔

آپ فرمایا کرتے کہ جس شخص کی آنکھ سے غمِ امامِ مظلوم میں کوئی آنسو نکلا وہ قیامت کے دن ہمارے ساتھ محشور ہوگا۔ دعبل خزاعی اشعار پڑھتے تو آپ ایک طرف پردہ کھینچتے، خواتین پردے کے پیچھے بیٹھ جاتیں۔ دعبل مرثیہ خوانی کرتے، تمام مجمع گریہ کرتا، امام رضا علیہ السلام اور آپ کی ہمشیرہ حضرت فاطمہ بنت موسیٰ کاظم سلام اللہ علیہا اتنا روتے کہ دونوں کو غش آجاتا، واقعۂ کربلا کو زندہ رکھنے اور اہتمام مجالس عزا میں امام رضا علیہ السلام کی خدمات کو سیرت ائمہ علیہم السلام میں نمایاں اور لائق مطالعہ خیال کیا جاتا ہے، مدینے سے شروع ہو کر مرو (تہران) تک جاری رکھا گیا اور یوں واقعات کربلا سے آگہی ہوئی، بنوامیہ کے ظلم وجور کے قصے عوام الناس تک پہنچے اور خاندانِ نبوت کے دشمنوں کے چہرے بے نقاب ہوئے۔

مامون رشید اور اس کے حواری اپنی حکمتِ عملی تبدیل کر کے امام رضا علیہ السلام کے ساتھ اچھا سلوک کرنے پر آمادہ ہوئے چناں چہ مدینہ سے دارالخلافہ بغداد طلب کیا گیا، آپ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تشریف لائے، فرقت کے صدمے سے دوچار ہوئے،

حکومتِ وقت کیا سلوک کرے گی اور آئندہ کیا واقعات رونما ہوں گے۔ آپ بغداد پہنچے، مامون رشید نے اپنی بیٹی کا نکاح امام سے کرنے کے وقت آپ کو ولی عہد بنایا، یہ عجب فیصلہ تھا امام رضا علیہ السلام صورت احوال پر نظر رکھے ہوئے تھے آخر وہی ہوا جو وعدہ خلاف حکمران کیا کرتے ہیں۔ بہت سے واقعات کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کے نام کا سکہ جاری ہوا، خطبۂ جمعہ میں حضرت کا اسمِ مبارک زبانوں پر آنے لگا، علامہ شبلی نعمانی کے بقول ۳۳ ہزار عباسی مرو وزن کی موجودگی میں آپ کی ولی عہدی، خلافت کا اعلان ہوا مگر بعد کے واقعات نے ثابت کیا کہ یہ سب جھوٹ اور فریب تھا۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ امام صاحبِ عصمت ہوتا ہے اسے کسی حکمرانی کی خواہش نہیں ہوتی وہ صرف ہدایت کے لیے آتا ہے اور دلوں پر حکومت کرتا ہے اس کا تصرف عوام کے قلب ونظر پر ہوتا ہے، اقتدار کی ہوس غیر معصوم اور اہلِ زر کے دل میں ہوا کرتی ہے، حکومت پر قبضہ کرنے کی خاطر باپ بیٹے کو اور بیٹا باپ کو راستے سے ہٹا دیتا ہے اورنگ زیب نے اپنے باپ شاہ جہان کے ساتھ ناروا سلوک کیا اسی طرح مامون رشید نے اپنے بھائی امین کو موت کے گھاٹ اُتارا اور اسی مامون رشید نے امام رضا علیہ السلام کو انگور میں زہر دیا، امام اپنے حقیقی وطن مدینہ منورہ سے دُور غریب الوطنی کی حالت میں سرزمین طوس میں دنیا سے رخصت ہو گئے اور ہمیشہ کے لیے امام غریب الغرباء کہلائے ۲۳ ذی قعدہ ہجری مطابق ۸۱۸ء بروز جمعہ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ مشہد مقدس وہ مقام ہے جہاں آپ کا روضۂ پُرنور کروڑوں زائرین کے دلوں پر آپ کی عظمت کا نقش بناتا ہے اور دیکھنے والی آنکھ میں نور و فور بھر دیتا ہے ہمارا اسلام عقیدت ہو اس امام معین الضعفاء پر جس نے حقانیت کا پرچم بلند فرمایا اور خوشنودی خدا کی خاطر دامن صبر ورجا کو ہمارے لیے بھی وسیلہ نجات قرار دیا، آج بھی ان کے قدموں کی طرف خلیفہ ہارون الرشید کا جسدِ خاکی پڑا ہے مگر اس کے لیے کوئی فاتحہ پڑھنے والا نہ رہا جب

کہ آپ کی ضریح اقدس سے لپٹ کر رونے والے صبح وشام مصروفِ مناجات رہتے ہیں یہی اعجاز امامت ہے کہ آپ کے حرم میں بارہ ہزار خدام ہر لحظہ مستعد رہتے ہیں، آپ کی شہنشاہی اور تصرفات کے نتیجے میں آپ کی نوبت بجتی ہے جو دلوں کو سرور اور آپ کے ظہور پر نور کے حسین امتزاج سے کانوں میں رس گھولتی ہے، ہزاروں زائرین آپ کے مہمان خانے میں بیٹھ کر سندِ عزت پاتے اور کھانا کھاتے ہیں، فیوض وبرکات کا یہ سلسلہ تا قیامت برقرار رہے گا روشنیوں کا سیلاب اس سرزمین کا مقدر ہے جو یہاں آتا ہے وہ بار بار آنے کا طلب گار نظر آتا ہے۔

یادگار سندِ اعتبار:

مجھے گورنر خراسان نے ایک شیلڈ، فریم میں جڑی ہوئی سند اور تاریخی فلموں کی سی ڈیز عنایت کیں یہ شیلڈ وزارت فرہنگ وارشاد اسلامی کی طرف سے پیش کی گئی جس میں یادمان دھمین جشنوارہ بین المللی امام رضا (ع) فارسی میں اور 10th Imam Reza (As) International Festival انگریزی میں درج ہے، ایران کے پرچم کا نشان امتیاز (ا) اور دبیر خانہ کے وجشنوارہ بین المللی فرہنگی وہنری امام رضا مرقوم ہے اسی طرح سند کی پیشانی پر اللہ اور نیچے انگریزی میں قابل قدر عبارت تحریر ہے:

Dear Scholar Professor Hassan Askari Kazmi your honorable attendance in the 10th Imam Reza (علیہ السلام) International Festival held on his happy birthday anniversary is greatly appreciated. We do wish that the almighty Allah bestows upon you the blessing to keep attaining spiritual accomplishment and to further familiarize yourself with holy Imam Reza's traditions. We also wish your success to spread them among your people. May you be subject to his holiness's benedictions best regards,
Sayyed Jawad Jafari,

Secretariat General Imam Reza International Festival.

ظاہر ہے کہ سبھی مہمانوں کو اس اعزاز سے نوازا گیا میرا اختصاص یہ ہے کہ

میں نے اپنا مرتبہ کتابچہ ان سب محترم میزبانوں کے ہاتھ میں تھمایا جس کا ہدیہ ''نگاہ التفات و حرف دعا'' پڑھ کر گورنر خراسان مسکرائے، اسی طرح انتساب ''عالی مرتبت گرامی قدر آقائے محمود احمدی نژاد صدر جمہوری اسلامی ایران کے نام کہ حرف حق بلند کرنا اسوۂ شبیریؑ ہے اور فقر و غنا شعار ابوذرؓ ہے مطالعہ کرتے ہوئے سید جواد جعفری دبیر جشنوارہ بین المللی امام رضا(ع) مجھ سے بغل گیر ہو گئے، میرے ہم سفر پاکستانی مندوبین یہ اعزاز پا کر خوش ہوئے، سب کے ہاتھوں میں شیلڈ، سند اور سی ڈیز ہیں، غازی غلام رضا نے بیشتر انعام پانے والے لوگوں کی تصویریں اُتاریں۔

اس تقریب پذیرائی میں صوبہ اراک سے نوجوان قصیدہ خوان آئے، انھوں نے سٹیج پر گروپ کی صورت میں بلند آہنگ اور پُر جوش اشعار پڑھے کہ ہال میں سامعین پر وجد طاری ہو گیا، ان کی آواز کا زیر و بم اور مترنم لہجہ قصیدۂ امام رضاؑ کی تاثیر کو دو آتشہ کرنے لگا، ہم سب دم بخود یہ منظر دیکھنے لگے ایران میں ایسی موسیقی کی اجازت ہے جو سامعین میں بیداری اور جوش و جذبہ پیدا کرتی ہے، جشن ولادت کو جس طرح اہلِ ایران منا رہے ہیں اس میں عقیدت و محبت، سرشاری و بیداری اور جذب و شوق کی فراوانی کو دیکھ کر ہم بھی جھوم رہے ہیں، اس قصیدہ خواں سنگت کی دل آویز اور دلبرانہ آواز کا سحر سر چڑھ کر بول رہا ہے، ان کا اُٹھتا ہوا شباب، چہروں پر لہجے کا اُتار چڑھاؤ اور جذبِ صادق کی آب و تاب ہر دل میں ان کی محبت کی جوت جگا رہی ہے مجھے ان کی نغمہ بار قصیدہ خوانی سن کر نظیری نیشاپوری کا یہ شعر یاد آیا ؎

از کف نمی دہد دل آساں ربودہ را

دیدیم زور بازوئے نا آزمودہ را

ان نغمہ گروں نے دل جیت لیے قصیدہ کیا ہے مدحت طرازی کا اعجاز کہ رقصِ مجنونانہ پر طبیعت مائل ہوا چاہتی ہے اس منظر نامے کو دیکھ کر ہمارے ساتھ آئے

ہوئے ملائیشیا کے نوجوان مصطفیٰ بن سعید کو جوش آ گیا۔ اس کی طبیعت لہرائی اور نظامت کا فریضہ انجام دینے والے سے درخواست کی کہ وہ بھی اس کار خیر میں حصہ لینا چاہتا ہے اسے اجازت ملی وہ نائیک کے سامنے آیا، عربی زبان میں نعت و منقبت پڑھنے کا آغاز کیا ہم حیران ہوئے اس اکیلے کی آواز ہال میں گونج رہی ہے، ایسا مترنم لب ولہجہ کہ:

ع شعلہ سا لپک جائے ہے آواز تو دیکھو

اس نے کولا لاپور ملادی اور فارسی زبان میں بھی امام رضا علیہ السلام کی شان میں اشعار پڑھے اور یوں مصطفیٰ بن سعید نے اس بھری محفل سے داد پائی کہ ہر طرف سے تعریف کے ڈونگرے برسنے لگے۔ وہ بھی سرمستی، سرخوشی اور بے خودی میں جانے کیا کچھ پڑھتا رہا کہ ہم لطف و انبساط سے بہرہ ور ہوتے رہے، وہ جب تک قصیدہ خوانی کرتا رہا اسے داد ملتی رہی، اس نے محفل کو گرما دیا مجھے یوں محسوس ہوا جیسے ہر طرف سے نغمگی، طمانیت اور نشاطِ زندگی موج در موج میری آنکھوں میں اتر آئی ہے، اس کی آواز بساطِ گل پر کومل غزل کی طرح بچھ گئی یا جیسے حسین تتلی پروں پر گلستان اُٹھائے ورق ورق پر نئے چمن ایجاد کر رہی ہے، مصطفیٰ بن سعید اس بزمِ منقبت میں منفرد سا مزاج لے کر آیا، ہم سب نے اسے گلے لگا کر مبارک باد پیش کی، یہ محفل رنگ و نور اختتام کو پہنچی، رسمی طور پر گورنر خراسان نے اظہار تشکر کیا اس کے بعد تمام شرکائے اجلاس کی تواضع کی گئی، مظفر اقبال نے سید جواد جعفری کی خدمت میں اپنی کتابیں پیش کیں، ان کی تحقیق کی پذیرائی کرتے ہوئے دبیر جشنوارہ امام سیّد جواد جعفری نے ان سے تفصیلی مکالمہ کیا ہم ان کے قریب کھڑے ہوئے ان کی گفت گو سنتے رہے پروفیسر جسکانی کے ہاتھ میں دو تین کتابیں اور میرے پاس پانچ کتابیں تھیں ہم نے کتب خانہ امام میں جمع کرانے کی غرض سے وہاں موجود کارکنوں کے حوالے کیں اور وہاں سے واپس آنے کی تیاری کی۔

آخری لمحات کی مصروفیات:

وہی راستے وہی شاہراہیں اور وہی رونقیں، نظم وضبط اور ٹریفک کا بہاؤ قرینے سے جاری دیکھ کر غیر شعوری طور پر اپنے شہروں کا بے ہنگم پن، شوروغوغا ہارن کی آوازیں، سگنل کے اشاروں کی خلاف ورزی اور چوک میں فقیروں اور خواجہ سراؤں کے پھیلے ہوئے ہاتھ...... آخر ہم ایسے منظر نامے کب تک دیکھتے رہیں گے ایران کے شہر مشہد میں کہیں ہنگامہ آرائی یا شور شرابہ نہیں دیکھا، کہیں ہاتھ پھیلائے فقیروں سے واسطہ نہیں پڑا، کاش ہم بھی ایسے معاشرے میں زندہ رہنے کی سعادت حاصل کرسکیں جہاں باہمی احترام، پرسکون ماحول اور سبزہ وگل کی فراوانی ہو، مَیں چپ چاپ یہی باتیں سوچتا رہا، مشہد میں ہمارا قیام تمام ہونے کو ہے، سرکاری تقریبات بخیر وخوبی ختم ہوئیں، دوپہر کا کھانا تیار ہے، ہم ہوٹل میں قدم رکھتے ہی سیدھے اپنے کمرے میں داخل ہوئے، ضروری سامان کو درست کیا، وارڈروب سے اپنے سوٹ نکالے اور سنبھالے، ٹیلی فون کی گھنٹی بجی، مظفر اقبال نے سنی اور نیچے چلنے کا اشارہ کیا، لفٹ میں بیٹھے اور نیچے گراؤنڈ فلور پر اُترے، کھانا کھایا، میرے دل پر بوجھ تھا، میں خاموش رہا کہ پروفیسر اقبال جسکانی نے میری خاموشی کا سبب پوچھا، وجہ یہ ہے کہ ہم مشہد میں دورانِ قیام میں اتنے مصروف رہے کہ امام رضا علیہ السلام کے روضۂ اطہر کو دیکھتے رہے مگر ان کی ضریح تک نہ پہنچے اور دو رکعت نمازِ زیارت نہ پڑھ سکے، مَیں نے کہا ایسا کرتے ہیں کہ جی بھر کر ان کی ضریح اقدس کی زیارت کرتے ہیں، یوں واپس گھر جانا مناسب نہیں، ہرچہ بادا باد ابھی اور اسی وقت چلتے ہیں پروفیسر جسکانی میرے ہم خیال نکلے۔ ہم دونوں تیار ہوگئے جب کہ مظفر اقبال کا خیال مشہد میں ٹھہرنے کا ہے، وہ کسی دن بھی ضریح اقدس کی زیارت کرلیں گے۔

ہم اسی لمحے نیچے آئے ہوٹل کے سامنے ٹیکسی کھڑی ہے اس ٹیکسی کے ڈرائیور

نے ۳۵۰۰ ریال کرایہ بتایا ہم نے کوئی بھاؤ تاؤ نہ کیا ٹیکسی میں بیٹھ گئے، ہم نے شکر خدا کیا کہ کسی تو قف کے بغیر ہمارا کام ہو گیا، ڈرائیور سمجھ دار ہے اور کم سخن بھی، وہ بڑی مہارت سے گاڑی چلاتا ہوا ٹھیک روضے کے سامنے لے آیا، کرایہ ادا کیا اور ہم گزرگاہ شیخ طوسی سے داخل ہوئے، ہمارے بائیں ہاتھ ورود ہال دارالحجہ ہے، ہم سیدھے صحن انقلاب کی طرف گئے اور وہاں سے آگے بڑھے، شیخ حر عاملی میں پاکستانی زائرین اُردو، پنجابی، بلوچی، سندھی یا پشتو زبان میں مجالس برپا کرتے ہیں اس جگہ میں کئی بار آچکا ہوں، بائیں طرف کاؤنٹر پر اپنے جوتے رکھ کر ٹوکن حاصل کیا، کچھ دیر ہال میں ٹھہرے، وہاں سے ننگے پاؤں باہر آئے اور صحن آزادی کا رخ کیا، یہاں دیوار کے ساتھ جالی نصب کر دی گئی ہے کہ جو زائرین اندر نہیں جا سکتے وہ اسی مقام پر تسکین قلب حاصل کر لیں لیکن ہم نے ہر قیمت پر اندر داخل ہونے کا ارادہ کر رکھا ہے یہاں خواتین کا ہجوم ہے اور محافظین مردوں کو اندر جانے کی اجازت نہیں دیتے ہم دونوں بائیں طرف امام خمینیؒ ہال کے قریب سے گزر کر پچھلے حصے کی طرف آئے اور یہاں سے اندر داخل ہو گئے، زائرین کا اژدہام، تل دھرنے کی جگہ نہیں اور ضریح اقدس کے چاروں طرف ہجوم بے کراں، دعاؤں، آہوں اور آنسوؤں کے ساتھ مناجات کا تسلسل،

السلام علیك یا غریب الغرباء السلام علیك یا معین الضعفاء والفقراء

کا ورد کرتے ہوئے زائرین ضریح کو چومتے ہیں آج وہی غریب الغرباء امیر الامراء ہیں میری آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی اور ہونٹوں پر دعاؤں کا سلسلہ...... کیا دعائیں مانگیں اور کیا عرض داشت پیش کی، الفاظ کی جگہ آنسوؤں کی زبان میں حرف مدعا بیان ہوتا رہا، ادھر پروفیسر جسکانی اس ہجوم میں جگہ بناتے ہوئے آگے نکل گئے، کبھی میں بھی توانا تھا مگر اب حسرت و یاس کی تصویر بنا پیچھے کھڑا ہوں اتنے میں پروفیسر جسکانی میری طرف آئے اور مجھے پکڑ کر آگے لے چلے میں نے معذرت کی لیکن وہ پُرعزم ہیں اور

مجھے دوسری طرف لے گئے، میں ضریحِ امام کے قریب آیا، انھوں نے پیچھے سے میرے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر آگے دبایا، میری انگلیاں ضریح کو چھو گئیں، ایک زمانہ وہ بھی تھا کہ ۱۹۸۲ء میں ضریح کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے امام رضاؑ سے عرضِ حال کرتا رہا وہی کیف و سرور آج بھی طاری ہے، وہی فضائے نور و نکہت ہے اور وہی میری عقیدت کہ سجدۂ تعظیم سے اعتبارِ زندگی قائم ہے اور یہ کارِ معتبر یہاں بجالانا حاصلِ بندگی ہے:

مشہدِ جاں میں اجالوں کا سفر اچھا لگا
نور کی بارش میں خوشبو کا نگر اچھا لگا

گوہرِ ہشتم سے روشن ہیں فضائیں ہر طرف
شہر کا منظر ہمیں شام و سحر اچھا لگا

آئینہ تمثال ہے ہر فرد ان کے شہر کا
حرفِ حق یہ ہے کہ ہر رشکِ قمر اچھا لگا

رہرو راہِ عقیدت سے محبت ہو گئی
ہم زباں کب تھا وہ اک زائر مگر اچھا لگا

سجدۂ تعظیم سے ہے اعتبارِ زندگی
ان کے روضے پر یہ کارِ معتبر اچھا لگا

ڈوب کر ابھرے تو ساحل تھا نظر کے سامنے
موجِ دریائے مودّت میں بھنور اچھا لگا

مسندِ عزت ملی اُن کے قصیدے کے طفیل
عرش پر پہنچے تو مدحت کا ہنر اچھا لگا

کس قدر سر سبز ہے شاخِ رضا اہلِ چمن
پھولتا پھلتا امامت کا شجر اچھا لگا

آ گیا لب پر عصائے موسیٰ عمراں کا ذکر
شیر کا حملہ میانِ خیر و شر اچھا لگا

صاحبِ عصمت کی محفل میں زباں کھلتی نہیں
مختصر یہ ہے سلامِ مختصر اچھا لگا

کاخِ جنت بھی حسنؔ ان کی عطا کے معجزے
حشر کے دن مرضیٔ حق کا ثمر اچھا لگا

جشنِ ولادت کی خوشی اور امام رضا علیہ السلام سے بے پناہ عقیدت کا یہ منظر نامہ ایسا ہے کہ اندر ہر طرف چکا چوند ہو رہی ہے، مختلف رنگوں کے قمقمے روشن ہیں فرشِ زمین پر حدِ نظر تک قالین بچھائے گئے ہیں قرآن پاک کی تلاوت کانوں میں رس گھول رہی ہے، اہلِ ایران کی آواز میں بلا کا سوز ہے، قرآن پاک قرینے سے لکڑی کے خوب صورت خانوں میں رکھے نظر آئے' توضیح المسائل اور زیارت نامے بھی موجود ہیں، ہم نے دو رکعت نمازِ زیارت سے فارغ ہو کر اندرونی حصوں کا جائزہ لیا' روضے کا حسن و جمال یا جاہ و جلال دیکھنا مقصود ہو تو اندر ضریح کے چاروں اطراف میں در و دیوار

اور چھت پر نظر ڈالیئے تو ایرانیوں کے ذوقِ تعمیر کا ادراک حاصل ہوتا ہے، مینا کاری، کاشی کاری شیشہ کاری اور پیوندکاری، رنگوں میں حسنِ تناسب اور ریزہ کاری دیکھ کر آدمی غرقِ حیرت ہوجاتا ہے امام کے روضے کا اندرونی ہر دروازہ بلند بالا اور سونے کے غلاف سے مزین ہے اور اس پر شیشہ لگا کر محفوظ بنا دیا گیا ہے، اسی طرح ضریحِ اقدس میں مختلف قیمتی دھاتیں شامل ہیں، سونا چاندی پیتل کے علاوہ دوسری سخت دھاتیں ملا کر ضریح تیار کی گئی ہے، موجودہ ضریح ۱۹۸۲ء کے بعد تبدیل کی گئی اور اب سے پہلے کی ہر ضریحِ امام کے شعبۂ آثارِ قدیمہ میں رکھ دی گئی ہے، اس طرح یہ چوتھی ضریح ہے جب کہ تین ایک جگہ ہال کمرے میں سجادی گئی ہیں۔ اہلِ ایران تاریخی تسلسل کا لحاظ رکھتے ہوئے امام رضا علیہ السلام سے متعلق ہر چیز کی حفاظت کرتے ہیں، مثلاً پرانی تاملیں نقارے، پہرہ داروں کی وردیاں وغیرہ آستان قدس میں رکھی ہوئی ہیں روضے کے بیرونی دروازوں کی تعداد چودہ ہے، چہاردہ معصومین کی مناسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے یہ تعداد ان کے خلاق ذہن کا نتیجہ ہے روضے کی حدود کو پھیلا کر قریب کی شاہراہیں، رہائشی عمارات دکانیں اور کاروباری مراکز ختم کر دیئے گئے ہیں، سیکورٹی کے انتظامات اس قدر فول پروف ہیں کہ ہر زائر کو تین چار جگہ معائینے کی چھلنی سے گزرنا پڑتا ہے کیمرہ کوئی آلہ یا اسلحہ یہاں تک کہ بعض مقامات کی زیارت کرنے سے پہلے موبائل بھی دارالامانات میں جمع کروا کر ٹوکن حاصل کرنا ضروری ہے۔

مشہد میں امامِ رضا علیہ السلام کے روضے کی وسعتوں کے پیشِ نظر زائرین یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ انھوں نے ہر گوشے ہر دروازے ہر رواق اور صحن کے حسن و جمال، فنِ تعمیر کی انفرادیت، ایرانی ثقافت کے ہر مظہر کا نظارہ کرلیا ہے، روضے کے منتظمین کے حسنِ انتظام کی تعریف ان الفاظ میں کی جاسکتی ہے کہ روضے کا ہر پہلو اپنی مثال آپ ہے جسے دستِ عقیدت نے اس طرح تخلیق کیا کہ حسنِ خیال قالبِ فردوسِ نظر میں ڈھل

گیا ہے اور دیکھنے والی آنکھ حیرتوں کے سمندر میں غوطے لگانے پر مجبور ہے کہ آفتاب امامت کی یادگار ایسی ہونی چاہیے، ان کا جشنِ ولادت ایسا ہو کہ شہر عقیدت میں دھوم مچی ہو اور "جمالِ رضا" کا قصیدہ ہر زبان پر ہو:

ایسا کہیں زمانے میں دیکھا نہیں حسیں
فرزندِ فاطمہؑ ہے، رضا ہے وہ مہ جبیں

حسنِ رضاؑ کی دھوم مچی ہے گلی گلی
جشنِ ظہور برپا ہے مشہد میں ہر کہیں

جس دن سے آفتابِ امامت ہوا طلوع
جاری ہوا ہے چشمۂ آبِ بقا یہیں

خوشنودیِ خدا جسے جاں سے عزیز ہے
اس کی رضائے حق کے سوا آرزو نہیں

ترتیبِ فکرِ آلِ محمدؐ کا فیض ہے
مکتب ہر ایک قولِ رضاؑ کا ہے خوشہ چیں

حق ہے یہی کہ وارثِ علمِ نبیؐ ہیں آپ
دینِ مبیں کے آپ محافظ ہیں بالیقیں

خاموش لب ہیں اشکِ رواں کا نزول ہے
یادِ رضاؑ میں تر ہوئی جاتی ہے آستیں

روضہ بھی ان کا چشمِ تصور سے دیکھنا
لگتا ہے یوں کہ ہم بھی تو موجود ہیں وہیں

روشن ہے قمقموں سے حرم کی فضا حسنؔ
ایسی بھی شب زمانے میں دیکھی نہیں کہیں

آپ کسی زاویے سے دیکھیے ہر زاویہ دوسرے زاویے کا آئینہ ہے، ایک نگار خانہ ہے یا نگار خانہ ازل کی عکس نمائی کا اہتمام ہے، فردوسِ بریں میں ایسا ہی انتظام و انصرام ہوگا کہ جس طرح وہاں "کسے را با کسے کارے نہ باشد"، اسی طرح یہاں ہر شخص اپنے اندر کی فضا میں دوسروں سے بے نیاز ہے، دعاؤں کو اشک فشانی سے فراغت نہیں ملتی، زائرین جوق در جوق آ رہے ہیں، گنبد کا اندرونی حصہ جگمگا رہا ہے ضریحِ اقدس کے اُوپر چہار منزلہ فانوس اور اس میں لاتعداد قمقمے روشن ہیں، برقی نظام میں کہیں خلل پیدا نہیں ہوتا، امامِ پاک کے روضے پر جتنا سونا صرف ہوا اس کا تخمینہ لگانا آسان کام نہیں بس یوں سمجھ لیجیے کہ صفوی عہدِ حکومت سے لے کر آج تک ہر زمانے کے مقتدر لوگوں نے بارگاہِ امامت میں جتنی بار نذرانہ پیش کیا اسے یہاں اسی روضۂ مبارک کی آرائش و زیبائش پر صرف کیا جا رہا ہے اس سے بڑھ کر عوام نے جو کچھ دامے درمے قدمے نقدے اپنی مرادوں کے برآنے پر امام کے قدموں میں رکھا وہ سب انتظامیہ کے ریکارڈ پر موجود ہے ہمیں بتایا گیا کہ حکومتِ وقت امام رضاؑ کی مقروض ہے، امام کے تصرفات سے جو آمدنی ہوتی ہے اس میں سے جملہ اخراجات کے باوجود خزانۂ عامرہ بھرا ہوا ہے، امام رضاؑ کے دسترخوان پر ہر روز دس ہزار زائرین کھانا کھاتے ہیں، کھانے کا معیار ایسا کہ انگلیاں چاٹتے جایئے اور مولا رضاؑ کی فیاضا

میزبانی کا قصیدہ پڑھتے جایئے۔ امام پاک کا فیض عام ہے کہ زائرین کی رہنمائی کے لیے آپ کو ہر جگہ مخصوص وردی میں خدام ملیں گے، ان کے ہاتھ میں مورچھل نظر آئے گا آپ ان سے جو بھی سوال کریں گے خوش اخلاقی کے ساتھ جواب دیں گے، راستہ بھول جائیں یا کسی مطلوبہ مقام پر جانا مقصود ہو وہ آپ کو بتائیں گے، میں اور پروفیسر جسکانی زیارت سے مشرف ہو کر باہر آئے ہجوم میں راستہ بھول گئے، ہمیں شیخ حُر عاملی کی طرف جانا ہے، تا کہ وہاں سے جوتے لے کر باہر کی طرف چلے جائیں، ہمیں ایک خادم نے بائیں طرف جانے کا اشارہ کیا، لیجیے حضرت حُر عاملی کا مرقد ہمارے سامنے ہے، ہم دروازے پر آئے، اندر داخل ہو کر قبرِ حُر عاملی پر فاتحہ پڑھی، ان بزرگ عالم باعمل کا خاندان لبنان کے جلیل القدر گھرانوں میں شامل ہے جس میں عظیم الشان فقہا اور محدثین پیدا ہوئے ان میں ع حسن بن محمد حُر عاملی مشغری ہیں جو کہ اولادِ حضرت حُر سے تھے، آپ کے ہاں ۸/رجب ۱۰۳۳ ہجری کو جو فرزند پیدا ہوئے ان کو محمد کے نام سے پکارا گیا، ابتدائی تعلیم اپنے والدِ محترم سے حاصل کی، تحصیلِ علم کا شوق انھیں مشہدِ مقدس میں لے آیا، تبلیغ و تحریر و تالیف کا کام بطریق احسن انجام دیا، ان کی گفت گو میں جاذبیت کا انداز مثالی تھا اس وقت کی حکومت نے قاضی القضاۃ کا منصب اور شیخ الاسلام کے عظیم لقب کے ساتھ آپ کو متصف کیا آپ کے ہم عصر علماء اور فقہا و محدثین میں علامہ مجلسی، علامہ نعمت اللہ جزائری اور دوسری معروف شخصیتیں تھیں، حضرت محمد حُر عاملی نے دوسو کے قریب کتابیں اور رسائل تحریر کیے، ۲/رمضان المبارک ۱۱۰۴ ہجری کو داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور مشہدِ مقدس میں جوارِ ملکوتی حضرت ثامن الائمہ علی بن موسیٰ الرضاؑ صحنِ انقلاب میں دفن ہوئے ان کی قبر سطحِ زمین سے آٹھ دس فٹ نیچے تہ خانے میں ہے یہ جگہ قریباً پچیس فٹ لمبی اور پندرہ فٹ چوڑی ہے، اس ہال نما کمرے میں پاک و ہند کے زائرین صبح دس بجے مختصر وقت میں ذکر فضائل و مصائبِ اہلِ بیتؑ کا اہتمام

کرتے ہیں۔

ہم نے اپنے جوتے ٹوکن دے کر حاصل کیے اور روضۂ امام علیہ السلام کی حدود سے باہر کھلے مقام پر آ گئے جہاں ٹیکسیاں کھڑی ہیں، ٹیکسی ڈرائیور آوازیں بھی لگا رہے ہیں لیکن منہ مانگے پیسے لینے پر تلے ہیں، یہاں سب کچھ تبدیل ہوا لیکن ٹیکسی ڈرائیوروں کی اصلاح نہ ہوئی، ہم نے ہوٹل لالہ جانے کا ارادہ ظاہر کیا، سب نے ایکا کر لیا اور پانچ ہزار تومان سے کم پر راضی نہ ہوئے، انھیں بتایا بھی کہ ہم ساڑھے تین ہزار میں آئے ہیں ہم واپسی کا کرایہ بھی اتنا ہی دیں گے، خدا خدا کر کے ایک نوجوان ٹیکسی والا وہاں آ نکلا، اس نے چار ہزار مانگے اور ساڑھے تین ہزار پر راضی ہو گیا ہم دونوں ہوٹل کی طرف روانہ ہوئے، وہ جانے کہاں سے لے کر آیا یہ سڑکیں یا گلیاں پہلے نہیں دیکھی تھیں بہر حال وہ اچھی باتیں کرتا، ہنستا اور ہمارا دل بہلاتا ہوا ہمیں منزلِ مقصود پر لے آیا۔ ہوٹل میں داخل ہوئے، چائے پی اور دوستوں سے ملاقات ہوئی، بیشتر احباب اپنا سامانِ سفر باندھ رہے ہیں کہ صبح تین بجے روانہ ہونا ہے، پروفیسر اقبال جسکانی کو کسی نے بتایا کہ آپ ٹیکسی پر کیوں گئے یہاں سے ہوٹل کی اپنی فلائنگ کوچ سروس صبح و شام حرمِ امام علیہ السلام لے کر جاتی ہے اور وہاں سے ہوٹل میں مقیم مہمانوں کو لے کر بھی آتی ہے، ہمیں یہ بھی بتایا گیا کہ اب چار بجے بس روانہ ہو گی اور وہاں سے آٹھ بجے واپس آئے گی، مظفر اقبال کمرے میں آرام کرتے رہے اور ہم دونوں ایک بار پھر شاپنگ کے لیے تیار ہو گئے، اگرچہ خاصے تھک چکے ہیں مگر یہاں سے کوئی سوغات، تبرک یا نذر نیاز بھی لے جانا چاہیے، پروفیسر جسکانی کو اتنی فرصت نہ ملی کہ پاکستانی کرنسی کے بدلے ایرانی کرنسی حاصل کر لیتے، میں نے کہا فکر نہ کیجیے، میں لاہور سے تبدیل کروا کر لایا ہوں آپ کو جتنی ضرورت ہے وہ میں دوں گا یہ کہہ کر ہم بس میں سوار ہوئے، جمعے کے روز بیشتر دکانیں بند ہوتی ہیں لیکن بازارِ رضا کی دکانیں کھلی ہیں حرم کے باہر ہم نے راستہ

پوچھا، بہت سے پیچ وخم آئے، نئی مارکٹیں، تجارتی مراکز اور بہت سی عمارات جو پہلے نہیں تھیں مگر اب نقشہ ہی اور تھا، ہم پیدل چلتے رہے، ہمارے قریب سے چند ایرانی جوان گزرے، ان سے پوچھا "بازار رضا کجا است" وہ مسکرائے اور کہنے لگے "شما برادرانِ پاکستانی" ہم نے کہا بلے، وہ ہمیں سمجھانے لگے کہ بازار رضا کے تاجر زائرین کو وہ مہنگے داموں اشیاء بیچتے ہیں اس لیے اسے بازار رضا نہ کہا جائے بل کہ "ایں بازار وزدان است" مختصر یہ کہ ہم باتیں کرتے اس بھرے پرے بازار میں آنکلے جہاں گاہکوں کی ریل پیل ہے، ہر دکان پر خریداروں کا ہجوم ہے، ہماری ایک دکان پر نظر گئی جہاں دکاندار بادام، کشمش، اخروٹ، پستہ، خشک مٹھائی، زعفران شیشے کی الماریوں اور درازوں میں سجائے گاہکوں کو نرخ بتا رہے ہیں بادام سترہ ہزار تومان فی کلو، مٹھائی خشک چھ ہزار تومان فی کلو، گول مٹول بھنے ہوئے چنے چھ ہزار پانچ سو تومان فی کلو، ہم نے سنا اور ایک دوسرے کا منھ دیکھنے لگے، لاہور میں بادام آٹھ سو روپے فی کلو ہیں، ہم نے تبرکاً کچھ خریدا اور اپنا وزن بڑھانے سے پرہیز کیا گویا:

ع بازار سے گزرے ہیں خریدار نہیں ہیں

گرانی کا دیو پوری دنیا میں سر بازار رقصِ وحشت کر رہا ہے، دنیا کی اقتصادی حکمتِ عملی صیہونیت کے ہاتھ میں ہے، کوئی ملک یہودیوں کی ہوا و ہوس سے محفوظ نہیں رہا، ایران کا یک تمینی ایک ہزار کا نوٹ ہے جو پاکستانی کرنسی میں ستر روپے سے بھی کم ہے، آپ نے بینگن خریدے یا ٹماٹر مول لیے ایک کلو کے لیے یک تمینی بھی ناکافی ہے، دنبے کا گوشت فی کلو بارہ ہزار تومان میں دستیاب ہے جو پاکستانی کرنسی میں آٹھ سو روپے سے کم نہیں، مرغی قدرے سستی ہے لیکن پاکستان کے مقابلے میں وہ بھی مہنگی ہے، امریکا نے ایران پر پابندیاں لگا کر مہنگائی میں اضافہ کرنے کا جواز مہیا کیا ہے، امریکا بھی یہودیوں کے چنگل میں پھنسا ہوا ہے، اسرائیل کے لیے غیر مشروط امداد کا

دروازہ کھلا رکھا گیا ہے اور اسے اتنا طاقت ور بنانے کی سازش کی جا رہی ہے کہ مسلم ممالک اس سے خوف زدہ رہنے لگے صرف ایران ایسا ملک ہے جو اسرائیل کی سازشوں کو طشت از بام کرتا ہے اور امریکا کے خلاف حرف حق بلند کرنے میں سرفہرست ہے امریکا عرب ممالک کو ایران کے خلاف کرنے اور ایران کو ان کے لیے خطرہ قرار دینے کی خاطر پروپیگنڈہ کرتے نہیں تھکتا، یہ سرد جنگ اس خطے کا مقدر بن چکی ہے ایران کے صدر محمود احمدی نژاد جیسے نڈر اور بے خوف حکمران کم رہ گئے ہیں یہ وہ لیڈر ہے جس کا ظاہر اور باطن ایک ہے اور جو امام خمینیؒ کے عظیم مشن کو آگے بڑھانے میں سرگرمِ عمل ہے، ان دنوں بھی ایران میں امریکا کا اصل چہرہ دنیا کو دکھانے اور مسلم ممالک کو زیر کرنے کے حوالے سے ایران اور عالم اسلام میں بیداری موجود ہے' امریکا شام میں حکومت کے خلاف بغاوت کرانے اور باغی عناصر کی خفیہ امداد کرنے میں مصروف ہے افغانستان میں اپنی ناکامی کو چھپانے کی بھرپور کوشش کر رہا ہے اور وہاں سے نکلنے کا نام نہاد عزت کا راستہ ڈھونڈ رہا ہے، وہ پاکستان میں ڈرون حملے کرنے نیز فرقہ وارانہ فسادات کو ہوا دینے میں گہری دل چسپی کا اظہار کرتا ہے' کوئٹہ میں بے دردی کے ساتھ ہزارہ قبیلے کے معصوم لوگوں کو مارنے والوں کو در پردہ کون اکسا رہا ہے، اسلحہ کہاں سے آتا ہے اور ان دہشت گردوں کی پشت پناہی کرنے والے کون ہیں یہ وہ سوال ہیں جن کا جواب دینے سے پاکستان کی صوبائی اور وفاقی حکومت گریز کرتی ہے۔

ایران کے بازار رضا کی رونقوں سے نکل کر ہم نے واپسی کا وہی راستہ اختیار کیا، رات کے ابتدائی حصے میں ہر جگہ آتے جاتے لوگ دکھائی دیتے رہے، ایرانیوں کی قوتِ خرید ہم سے آج بھی زیادہ ہے لیکن پاکستان واضح طور پر دو حصوں میں تقسیم ہو چکا ہے، ایک وہ کھاتے پیتے لوگ ہیں جو دولت میں کھیلتے ہیں درمیانی طبقہ غائب ہونے کے قریب ہے البتہ خطِ افلاس سے نیچے زندگی کی تہمت اپنے سر لینے والے افراد شہروں

اور دیہات میں بہ کثرت پائے جاتے ہیں، ہم باتیں کرتے ہوئے "ہوٹل لالہ" کی فلائنگ کوچ کے ٹرمینل پر جا پہنچے اور ایک بینچ پر بیٹھ کر انتظار کرنے لگے، یہاں ایک چینی جوان بھی ہمارے پہلو میں کسی بس کا منتظر نظر آیا، وہ ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں جتانے لگا کہ اسے یہ شہر بہت اچھا لگا، یہاں امن وسکون ہے اور لوگ ہمدرد ہیں، ہماری کوچ سامنے آگئی اور ہم آرام سے اُٹھ کر اپنی نشست پر براجمان ہو گئے کچھ اور لوگ بھی آگئے، بس روانہ ہوئی، موسم خوش گوار ہونے کے سبب کوچ کی کھڑکیاں کھلی رہیں، تازہ ہوا کے جھونکوں نے کافی دیر تک ہمارا تعاقب کیا یہاں تک کہ غنودگی طاری ہونے لگی ہم شکستہ بدن کوچ سے اُترے اور سیدھے ہوٹل میں داخل ہوئے جہاں کھانے کی میزوں پر لوگ بیٹھے ہوئے دکھائی دیئے پروفیسر اقبال جسکانی کا مشورہ پسند آیا کہ کچھ نہ کچھ کھایا جائے، نیند غالب آرہی ہے اور ہم منہ میں نوالے ڈالتے جا رہے ہیں، پانی کی جگہ جوس یا نوشابہ پینے کو ملا، وہاں سے اُٹھ کر لاؤنج میں آئے اور گرم گرم قہوہ نوش جاں کیا مظفر اقبال ہمارے منتظر پائے گئے، ان سے ہلکا پھلکا مذاق کرتے اپنے اپنے بستر پر دراز ہو گئے، گہری نیند کے مزے اور ساڑھے تین بجے اٹھنے کی زحمت کا خیال آنے لگا، ابھی رات کا ڈیڑھ بجا تھا کہ پروفیسر جسکانی اُٹھ بیٹھے اور ہمیں بھی اُٹھا دیا کہ ساڑھے تین ہو چکے ہیں ان کی سادگی دیکھیے ہاتھ پر بندھی گھڑی پاکستانی وقت کے مطابق ٹک ٹک کر رہی ہے جب کہ ایران میں رات کا ڈیڑھ بجا ہے شریف آدمی نے پاکستانی وقت بتا کر جگا دیا۔ ہم دوبارہ سونے لگے۔ اب نیند کیسے آئے، کروٹیں لیتے رہے اور ٹھیک ساڑھے تین بجے اپنا سامان لفٹ کی طرف گھسیٹ کر لے گئے، مظفر اقبال نے خدا حافظ کہا، نبی زادہ اور ان کے دوسرے ساتھی ہمارے ہم راہ ائیرپورٹ پہنچے، مشہد سے تہران روانہ ہونے والا جہاز بعد میں جب کہ شیراز جانے والا جہاز پہلے روانہ ہوا مسافروں کی نفسیات میں اضطراب شامل ہوتا ہے ہم ایسی جگہ بیٹھنا چاہتے ہیں جہاں

سے قطار میں آسانی سے شامل ہو گئیں ہال مسافروں سے بھرا ہوا ہے ان میں زائرین کے علاوہ ایسے مسافر بھی ہیں جو مشہد سے دوسرے شہروں خصوصاً تہران آتے جاتے ہیں، ہم تین افراد یک جا بیٹھے ہیں علامہ سید حسنین عباس گردیزی، پروفیسر جسکانی اور میں اس واپسی کے سفر میں دوبئی تک ساتھ رہے، مشہد سے تہران کا سفر ماہان ایئرویز سے کیا، یہ جہاز قدرے دیر سے چلا کسی فنی خرابی کو دُور کرنے میں تاخیر ہوئی لیکن تہران وقت پر پہنچا دیا، ہم نے تہران میں نماز اُدا کی، علامہ حسنین عباس گردیزی نماز کے بعد دیر تک تعقیبات پڑھتے رہے اور ہم ایک پھیلی ہوئی کرسی پر دراز ہو گئے۔ پروفیسر جسکانی جائزہ لینے کی خاطر اِدھر اُدھر گھومنے اور کچھ معلومات حاصل کرنے کی غرض سے کمپیوٹرائز ڈبورڈز کا مطالعہ کرتے پائے گئے۔

جہازِ عمرِ رواں میں سوار بیٹھے ہیں:

دوبئی جانے والی امارات کی فلائٹ کا وقت ہونے میں کچھ دیر باقی ہے، اس لیے انتظار کرنا ہے، آخر ہم اپنا سامان ٹرالی پر رکھ کر اس جگہ آ گئے جہاں سے ہر مسافر کو اچھی طرح مع سامان سفر سکرین کے سامنے سے گزارا جاتا ہے ہم قطار میں کھڑے ہوئے اگلے مسافروں کو دیکھ رہے ہیں گھڑی موبائل کیمرہ اور کوٹ اُتار کر پلاسٹک کی ٹرے میں رکھا گیا، ہر مسافر کے بدن کو چھان پھٹک کر دیکھا گیا، ہم نے بھی یہی عمل سرانجام دینا ہے، اپنی سب چیزیں ٹرے میں رکھیں کوٹ اُتار کر ان چیزوں پر تہ کر کے رکھا، خود دوسرے مسافروں کی طرح ہاتھ اُوپر کر کے پٹرتالی دروازے سے گزرے اور دوسری طرف جا کر اپنی چیزیں اکٹھی کیں اور کوٹ پہنا، ٹرالی پر سامان کھینچتے ہوئے ایک اور قطار میں کھڑے ہونا پڑا۔ جب میں نے سامان کو ٹھیک لگا کر جیب سے اپنا پاسپورٹ نکالنے کی خاطر بایاں ہاتھ دائیں جیب میں ڈالا تو پاسپورٹ غائب پا کر ہوش و حواس گم ہو گئے، حالتِ اضطراب میں ساری جیبیں کھنگال ڈالیں، ایسی ذہنی اذیت اور بے چینی

میں کچھ نہیں سوجھ رہا تھا، بس ایک خیال تھا کہ اب کیا ہوگا، میرے ہم سفر دوست خاموش ہیں، وہ کیا کرتے اور کیا کرسکتے ہیں، مجھے اس عالم بے چارگی میں دیکھ کر انھوں نے کیا کہا مجھے کچھ خبر نہ ہوئی، مَیں سامان چھوڑ کر تیز قدم اس مقام کی طرف آیا جہاں چیکنگ کے لیے کوٹ کو سکرین کے سامنے سے گزارا گیا تھا، مَیں نے حالتِ اضطراب میں صرف اتنا کہا آقائے پاسپورٹ گم شد چہ می کنم، ان میں سے ایک نے جواب دیا کہ پولیس آفس کو اطلاع دی جائے قریب ہی ائیر پورٹ کی پولیس کا دفتر نظر آیا، وہاں بھی وہی جملہ دہرایا، میری حالت غیر ہو رہی ہے، جسم پر لرزہ طاری ہے، ایک نے کہا وہ سامنے پولیس افسر بیٹھے ہیں ان کو رپورٹ کرو، میں تیر کی طرح اس کمرے کے سامنے آیا، پاسپورٹ گم ہونے کی اطلاع دیتے ہوئے جانے میرے منھ سے کیا نکلا، دل میں امام رضا علیہ السلام سے استعانت طلب کی کہ مَیں غریب الوطن ہوں، یہاں مجھے کوئی نہیں جانتا اور مَیں اپنا اجازہ گنوا بیٹھا، کیا کروں کس سے فریاد کروں مَیں یہی سوچ رہا ہوں کہ پولیس افسر کی آواز میرے کان سے ٹکراتی "خوش بشو" اور میرا پاسپورٹ یہ کہہ کر میری طرف بڑھایا "حسن عسکری کاظمی اسمِ شما خوب است"، میری آنکھوں میں خوشی کے آنسو لہرائے، مَیں نے کہا خیلے متشکرم کہ شما...... "جملہ مکمل نہ ہوسکا، مَیں پاسپورٹ لے کر دوڑا اور اپنے ہم سفر دوستوں کو خوش خبری سنائی میرا سامان چیک ہوا اور پاسپورٹ پر مہر لگائی گئی۔ یا اللہ تیرا شکر ہے ورنہ یہ پریشانی مجھے جانے کہاں لے جاتی، مَیں نے گہرا سانس لیا اور ہلکا پھلکا ہو کر مختلف مراحل طے کیے امارات کی ہوائی سروس وقت کی پابند ہے، ہینڈ بیگ اور ایک پیکٹ سنبھالے ٹنل سے گزرنا آسان ہے، بریف کیس بک ہو چکا ہے جسے لاہور میں وصول کرنا ہوگا۔ فی الوقت ہمیں دوبئی جانا ہے اور امارات کی مہمان نوازی کا لطف اٹھانا ہے ہم جہاز کے آخری حصے کی طرف جائیں گے، ائیر ہوسٹس نے اشارے سے ہمیں ایک دلربا مسکراہٹ کا نذرانہ پیش کیا اور ہم اطمینان

کے ساتھ مسلسل آگے بڑھتے گئے۔ بالآخر ہم اپنی نشست تک جا پہنچے، یہ جہاز اور اس کا عملہ دنیا کی دوسری انٹرنیشنل کمپنیوں کے مقابلے میں اپنی مثال آپ ہے جدید ٹیکنالوجی کا مظہر اور معیاری سروس کے اعتبار سے امارات کی شہرت ہے، عملے میں مرد و زن سبھی خوش لباس، خوش گفتار اور خوش اطوار ہیں عربی اور انگریزی میں گفت گو کرتے ہیں، اس میں مختلف ملکوں کی تعلیم یافتہ، مہذب اور خوب صورت خواتین کو ہوائی میزبان کا اعزاز عطا کیا گیا ہے، ان کی تنخواہیں اور دوسری مراعات بھی اور ہوائی کمپنیوں سے کہیں زیادہ ہیں، دراصل دوبئی دنیا میں ہر اعتبار سے مرکز نظر بنا ہوا ہے، یہاں سیاحوں، کرکٹ کے شائقین اور فلم انڈسٹری سے وابستہ افراد کی آمدورفت رہتی ہے، اس جہاز میں بھی مختلف ملکوں کے لوگ سفر کر رہے ہیں، دوبئی سے ہر ملک کی پروازوں کا سلسلہ صبح و شام برقرار رہتا ہے، ہم نے جہاز میں ناشتہ کیا اور تہران سے دوبئی پہنچنے میں ڈیڑھ دو گھنٹے صرف ہوئے۔

دوبئی ائیر پورٹ پر ہم تین ہم سفر ایک ٹرالی پر اپنا مختصر سامان لاد کر ایک پُرسکون جگہ جا بیٹھے، یہاں سے دوسری فلائٹ آٹھ گھنٹے بعد روانہ ہوگی۔ اتنا طویل عرصہ گزارنا صبر آزما ہے مگر ہم مجبور ہیں، علامہ حسنین عباس گردیزی نے اسلام آباد مجھے اور پروفیسر جسکانی کو لاہور جانا ہے، اسلام آباد کا جہاز پہلے اور ہمارا بعد میں روانہ ہوگا دوبئی شہر کیسا ہوگا اس کا نمونہ یہاں بھی دیکھا جا سکتا ہے، مغربی کلچر میں بھارتی رنگ ڈھنگ نظر آتا ہے، دونوں کا ثقافتی امتزاج دعوت نظارہ دے رہا ہے یہاں کسی قسم کی پابندی نہیں، لباس میں بے لباسی کی پیوندکاری، مغرب اور مشرق کی حسینائیں، آستین سے بے نیاز رنگین بنیان اور جسم کے ساتھ پیوست ٹراؤزر، مختصر یہ کہ بقول عبدالحمید عدمؔ

حسن وہ گرم حقیقت ہے الٹ دے جو نقاب
کعبہ و دیر کے ماتھے پہ پسینہ آجائے

ہم نے اِدھر اُدھر سے معلوم کیا کہ اس عرصۂ انتظار میں ہمیں کچھ کھانے کو ملے گا یا اسی طرح بیٹھے رہیں گے، ہمیں بتایا گیا کہ ٹکٹ دکھا کر ایک کاؤنٹر سے ٹوکن ملتا ہے پروفیسر جسکانی کاؤنٹر تلاش کرنے میں کامیاب ہوئے۔ میکڈانل سے ٹوکن دکھا کر کچھ کھانے کو ملے گا، خبر اچھی ہے ہم وہاں جا پہنچے، تہران سے دوبئی اور دوبئی سے لاہور کا پروانہ دکھایا اور ٹوکن حاصل کیا، گرما گرم برگر اور بوتل لے کر ایک جگہ خالی کرسیوں پر جا بیٹھے، وہاں زیادہ بیٹھنا مناسب نہ جانا ہم وہاں سے ایک اور جگہ براجمان ہوئے، پروفیسر جسکانی بتائے بغیر دوبئی ایئرپورٹ پر جانے کیا ڈھونڈنے نکلے، ہم پریشان ہوئے، علامہ حسنین عباس گردیزی کی فلائیٹ کا وقت قریب ہے، میں پروفیسر جسکانی کی تلاش میں نکلا، دیکھا تو ایک کتابوں کی دکان سے برآمد ہورہے ہیں انھیں اکثر مجھ سے کچھ نہ کچھ سننا پڑتا ہے مگر وہ برا نہیں مناتے، آپ بغیر بتائے اِدھر اُدھر نہ ہوا کریں میں نے قدرے درشت لہجہ اختیار کیا مگر وہ مسکرا کر مجھے اطمینان دلا دیتے ہیں مجھے کہاں جانا ہے، میں آپ کے ساتھ ہوں وہ یہ کہہ کر میرے ساتھ چلے، ہم دونوں نے اپنے تیسرے ہم سفر علامہ گردیزی کو رخصت کیا، وہ ہم سے بغل گیر ہوئے اور ہم گلوگیر ہوئے کہ اب دیکھیے کب ملاقات ہوگی۔

میں نے دوبئی میں جہاں یہ رنگ ڈھنگ دیکھے کہ ہر طرف نظارہ ہائے. توبہ تو ہیں ہر صورت خود کو شاہ کار تصور کرتی ہے کہ مصور نے اس کی صورت گری اور اس کا مرقع کھینچنے میں اپنے کمالات دکھائے ہیں، قریب سے گزرنے والے مغائرت کے باوجود ہمیں اپنائیت کا احساس دلاتے ہیں مگر ہم ٹھہرے اجنبی کہ یہاں ہمارا قیام مختصر ہے اور ہم اس مکتبِ فکر سے تعلق رکھتے ہیں جن کا نظریہ ہے کہ دیکھتے رہو مگر کسی کے دامِ تزویر میں گرفتار نہ ہونا:

حُسن کی اک اک ادا پر جان و دل صدقے مگر
لطف کچھ دامن بچا کر ہی نکل جانے میں ہے

(جگر مراد آبادی)

سو ہم نے یہی کیا اور گوشۂ عافیت میں اس لمحے کے منتظر رہے جب یہاں سے روانہ ہونے کی خبر ملے گی، دوبئی میں بھانت بھانت کے مسافر ملے، ہمارے پاس جنوبی ہندستان کا ایک خاندان جس میں عورتیں اور بچے بھی شامل ہیں یہ سب دو بنچوں پر قابض ہیں ان کی زبان اُردو سے مختلف ہے لیکن بعض الفاظ سمجھ میں آتے ہیں ایک بچے سے مَیں نے پوچھ ہی لیا کہ یہاں کیسے آئے اس نے بتایا کہ ان کے بڑے یہاں دوبئی میں رہتے ہیں، وہ یہاں آتے جاتے رہتے ہیں، مجھے یاد آیا کہ مَیں نے کویت ائیر پورٹ پر بھی ہندستانی عورتوں کو ڈیوٹی دیتے ہوئے دیکھا، معلوم ہوا کہ بھارتی حکومت عرب ملکوں میں کثرت سے لوگوں کو بھیجتی ہے، جب کہ پاکستان میں حکومت کو اس سے کوئی سروکار نہیں، کوئی منصوبہ بندی نہیں ہندستان میں باقاعدہ ایسے افراد تیار کیے جاتے ہیں جو ہنرمندی اور کاری گری میں طاق ہیں، دوبئی کے علاوہ شارجہ، مسقط، ابوظہبی اور سعودی عرب میں یہ کاریگر اور ہنرمند خوب کمائی کرتے ہیں اور اپنے ملک کے لیے زرمبادلہ حاصل کرتے ہیں۔

ہم کچھ دیر کے لیے قریب ہی مسجد میں جا بیٹھے کہ یہاں ان خرافات سے نجات ملے گی ورنہ بینائی پر پہرہ بٹھانا پڑتا ہے اور راہ چلتے لوگوں کو سر سے پاؤں تک دیکھنے کی عادت میں مبتلا ہونا ایسی بیماری ہے جس سے شیخ حرم بھی محفوظ نہیں، مسجد میں وضوخانہ اور گیلے منھ ہاتھ خشک کرنے کے لیے برقی گرم ہوا کا انتظام ہے کہ ہاتھ آگے بڑھاؤ اور گیلے پن سے نجات پاؤ، ہم نے ہر جگہ قصر نماز کی نیت کی اور حالتِ سفر میں اسی شرعی سہولت سے فیض یاب ہوئے، دوبئی سے روانہ ہونے کی گھڑی سر پر آپہنچی رات کا دامن بھیگ چکا گویا لیلائے شب کی زلفیں دراز ہو چکی ہیں، ہم لڑکھڑاتے قدم اٹھاتے ٹنل سے گزر کر جہاز میں داخل ہونے والے ہیں۔ پروفیسر اقبال جسکانی ایسے

موقع پر مجھ سے آگے نکل جاتے ہیں، اس مرحلے میں وہ جہاز کے عملے کی طرف اس طرح دیکھتے ہیں جیسے برسوں سے شناسائی ہو، علیک سلیک اور مسکراہٹوں کے تبادلے کے بعد وہ راستے میں کھڑی ایئر ہوسٹس سے ہم کلام ہوتے ہیں اور اپنی نشست کے بارے میں سوال و جواب سے کام لیتے ہیں، زندہ دلی اور محبتیں بانٹنا ان کا ایسا قابل رشک چلن ہے کہ وہ مرکز نظر بن کر دل میں جگہ بنا لیتے ہیں، سفر کے تمام مراحل میں ہم دونوں ایک جگہ رہے، یہاں دوبئی سے لاہور کا سفر اونگھتے، سوتے یا نیم وا نگاہوں سے جہاز کی روماتوی فضا دیکھتے طے ہونے لگا۔ اسی حالت میں کھانا بھی کھایا یوں محسوس ہوتا رہا جیسے خواب کا منظر ہے، خیال و خواب کی دنیا میں کسی چیز کے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ زندگی خود بھی ایک سفر ہے اور ہم سب ازل سے ابد تک جبرِ مشیت کے تحت اس سفر میں شامل ہیں، بقول محمد حسین آزادؔ:

جہازِ عمرِ رواں میں سوار بیٹھے ہیں
سوار خاک ہیں بے اختیار بیٹھے ہیں

سفر کی دو قسمیں:

جس طرح زندگی کے سفر میں بڑی حد تک ہم مجبور ہوتے ہیں، بہت سے کام ایسے انجام پاتے ہیں جن میں ہمارا اختیار کم سے کم ہوتا ہے، ہم جتنے کام اپنے ارادے سے کرتے ہیں ضروری نہیں کہ ان کا انجام ہماری خواہش کے مطابق ہو یہ سوال اکثر ہمارے درمیان مباحثے کا موضوع بن جاتا ہے کہ ہم مجبور ہیں یا مختار ہیں' مولائے کائنات امیر المومنین علی علیہ السلام نے اس سوال کا مسکت جواب مرحمت فرمایا، آپ نے یہ سوال پوچھنے والے سے فرمایا کہ ایک پاؤں اٹھاؤ۔ اس نے پاؤں اٹھا لیا، پھر آپ نے فرمایا دوسرا پاؤں بھی اٹھاؤ اس نے عرض کیا دوسرا پاؤں کیسے اٹھاؤں آپ نے فرمایا تمھارے سوال کا جواب یہی ہے کہ آدمی کا اختیار ہے کہ وہ ایک پاؤں اٹھا سکتا ہے مگر بیک وقت دونوں پاؤں اٹھانے پر قادر نہیں' گویا اختیار اور مجبوری کا امتزاج ہماری

زندگی کا حُسن ہے، زندگی بسر کرتے ہوئے جہاں اختیار ہوگا وہاں اس اختیار کی پُرسش ہوگی اگر خیرِ عمل انجام دیا تو اجرِ عظیم ملے گا' اس کے برعکس اختیار کا غلط استعمال یا ارتکابِ گناہ کیا تو عذاب سے بچنا محال ہے' ہمارا سفرِ حیات جاری ہے اور اسے ایک دن تمام ہونا ہے، سفر کی دو قسمیں ہیں ایک یہ سفر ہے کہ ہم گھر سے نکلے ہم کہیں بھی جائیں پلٹ کر اپنے گھر آجاتے ہیں اس سفر میں گھر کے لوگ جانے والے کا انتظار کرتے ہیں جب کہ دوسری قسم کا سفر وہ ہے کہ مسافر اپنی منزلِ شامِ فنا پر جا کر اپنے گھر والوں کا منتظر ہوتا ہے، یہ سفر ازل سے جاری ہے، ہماری مثال شاخ پر بیٹھے ہوئے پرندے کی سی ہے کہ وہ موسمِ گل میں چہچہاتا ہے' زمزمہ پیرا ہوتا ہے اور خزاں کے موسم میں منقار زیرِ پَر ہوتا ہے اور کسی لمحے اڑان بھرتا ہے اسے کہاں جانا ہے وہ خود بے خبر ہے، ہم شاخِ زندگی پر بیٹھے ہوئے یہ بھول جاتے ہیں کہ ہمیں کسی وقت یہاں سے پرواز بھی کرنا ہے، زندگی کے چمنستان میں پرندے آتے جاتے رہیں گے اس لیے کہ بہارِ زندگی اسی کا نام ہے گویا:

زندگی انساں کی ہے مانندِ مرغِ خوش نوا
شاخ پر بیٹھا کوئی دم چہچہایا، اڑ گیا

ہم دوبئی سے لاہور جانے کے لیے ۲۹/ستمبر ۲۰۱۲ء رات ۹ بج کر پچاس منٹ پر EK ۰۶۲۲ سے روانہ ہوئے اور لاہور علامہ اقبال انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر ایک بج کر پچاس منٹ پر پہنچنے والے ہیں یوں سمجھیے کہ ۳۰ ستمبر کو گھر میں قدم رکھتے ہوئے آثارِ سحر نمودار ہو سکتے ہیں، گویا مشہدِ مقدس سے لاہور کا فاصلہ چوبیس گھنٹوں میں طے ہوگا، ایسا اس لیے ہوا کہ لاہور سے مشہد جانے والی فلائٹ عارضی طور پر بند کر دی گئی ہے یوں بھی پی آئی اے سروس رُو بہ زوال ہے، کوئی فلائٹ وقت پر کم ہی روانہ ہوتی ہے، مسافروں کا احتجاج بے اثر ہے، حاجیوں کی جدہ سے واپسی بھی وقت پر کہاں ہوتی ہے ان حالات میں حکومتِ ایران کی طرف سے امارات کو ترجیح دی گئی، یہی وجہ

ہے کہ ہم لاہور سے تہران براستہ دوبئی گئے اور اسی طرح تہران سے لاہور آتے ہوئے ہمیں دوبئی میں ٹھہرنا پڑا۔

طلوعِ صبح بشارت کی تازگی ہے وہی:

ہم خوش گوار یادوں کی خوشبو سے مشامِ جاں کو معطر کرتے ہوئے لاہور آئے، ایئرپورٹ سے باہر نکلنے، سامان تلاش کرنے اور اپنے ہوش وحواس درست کرنے میں کچھ وقت لگا' ہم ٹرالی پر سامان رکھ کر کھلی فضا میں آئے تو سامنے اپنے صاحب زادے سید مجتبیٰ حسن اور اپنے داماد سید کامران عباس کاظمی کو منتظر پایا، میں نے پروفیسر اقبال جسکانی سے ان کی ملاقات میں مختصراً بتایا کہ میرے بیٹے انجینئر ہیں اور سمسول انڈسٹری میں چیف ٹیکنیکل افسر ہیں اور میرے داماد کمرشل آڈٹ میں اکاؤنٹس افسر ہیں، ہم کار میں سوار ہوئے، ٹھنڈی ہوا کے جھونکے آئے مگر کچھ فاصلہ طے کرنے پر شیشے بند کر کے اے سی چلایا، رات کی خاموشی اور ڈھائی بجے کا وقت شاہراہیں خالی ہیں اس لیے رفتار بھی تیز ہے، پروفیسر جسکانی علامہ اقبال ٹاؤن میں گلشن اقبال کے قریب ایک گھر کے سامنے اترے جہاں ان کے بیٹے مرتضیٰ جسکانی رہائش پذیر ہیں، دروازہ کھلا وہ ہم سے رخصت ہوئے مکان میں داخل ہوئے تو ہمیں اطمینان ہوا کیوں کہ رات کا یہ وقت عجیب ہوتا ہے، ہولناک سناٹا، تنہائی اور انجانا سا خوف، ہم اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے لیکن ہم نے احتیاطاً ملتان روڈ کی طرف رُخ کیا جو تمام رات جاگتی ہے، اعوان ٹاؤن میں شب کے پچھلے پہر بھی گارڈ پھرتے رہتے ہیں ہم نے چوکیدار سے گیٹ کھلوایا اور اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے، دکانیں بند ہیں مگر پان والے کی دکان کھلی ہے شاید کچھ دیر بعد بند ہو جائے گی اور دن چڑھے دوبارہ کھل جائے گی، گھر کا دروازہ ہمارے پہنچنے پر کھلا ادھر کچھ دیر بعد مسجد سے اللہ اکبر کی آواز سنائی دی مجھے علامہ اقبال کا وہ شعر یاد آیا کہ:

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن
ملّا کی اذان اور مجاہد کی اذان اور

اذانیں تو مسجدوں سے صبح و شام بلند ہوتی ہیں مگر وہ ایک اذان جو صحرائے کربلا میں صبح عاشور بلند ہوئی اسے کون بھلا سکتا ہے:

ہوئی بلند جو کرب و بلا میں وقت سحر
وہی ہے حق کی اذان لا الٰہ الا اللہ

سفرِ عقیدت سے بخیر و خوبی واپس آنے پر عزیز و اقارب اور دوستوں نے فون پر مبارک باد کے علاوہ اپنی فرمائشوں کا ذکر اور ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ ضرور تشریف لائیے، جب آپ کا جی چاہے، میرا سب احباب کے لیے ایک ہی جواب ہے کہ فرمائش پوری کرنا میرے بس میں نہیں البتہ تبرک ضرور ملے گا، آپ آئیں یا مصروفیت مانع ہو تو وعدے کے مطابق تبرک آپ کو پہنچ جائے گا۔ میری اہلیہ نے چھوٹے چھوٹے پلاسٹک کے لفافوں میں تبرک ڈالا اور عزیزوں میں تقسیم کیا، ہمارے ملنے والوں کو بھی معلوم ہے کہ اب ہر جگہ مہنگائی ہو چکی ہے، ایران اور پاکستان میں اشیائے ضرورت کے نرخ آسمان سے باتیں کر رہے ہیں، ایک زمانہ تھا جب ایران سے کمبل، کراکری، جوتے، شہد، زعفران، سوئیٹر، جرابیں اور اس قسم کی چیزیں سستے داموں ملتی تھیں، اکثر زائرین یہ تحائف اپنے عزیزوں کے لیے لاتے رہے مگر اب کسی چیز کو ہاتھ لگانا مشکل ہو چکا ہے، ہم سب ایران سے آتے ہوئے کبھی خالی ہاتھ نہیں آئے مگر اس مرتبہ تبرک کے سوا کچھ لانا خود کو پریشانی میں مبتلا کرنے کے مترادف تھا۔ دوسرے ہم مشہد مقدس میں اتنے مصروف دن گزار کر آئے کہ ہمارے لیے آرام اڑتے ہوئے پرندے کا بھاگتا ہوا سایہ تھا جو وہاں قیام کے دوران ہمارے ہاتھ نہ آیا۔ اس کا اظہار میرے اس خط میں کیا گیا جو میں نے ڈائریکٹر جنرل خانہ فرہنگ ایران

ڈاکٹر عباس فاموری کے نام لکھا، یہ خط مشہد میں ہماری مصروفیات کے حوالے سے ایک مختصر رپورٹ بھی ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یکم اکتوبر ۲۰۱۲ء

گرامی قدر عالی مرتبت جناب دکتور عباس فاموری

السلام علیکم امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا

جشنوارہ امام رضاؑ میں شرکت آپ کے توسط سے ہوئی۔ میں تہ دل سے آپ کا شکر گزار ہوں، میرے ہم راہ آقائے مظفر اقبال اور پروفیسر محمد اقبال جسکانی صاحبان ایک ہی جگہ ہتل لالہ میں قیام پذیر ہوئے، تمام تقریبات میں بھرپور شمولیت کے سبب ہماری معلومات میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ خصوصاً آستانِ قدس کے مختلف شعبوں سے متعلق آقائے حسینی نے جملہ شرکاء کو آگاہ کیا۔ تین روز صبح و شام امام رضاؑ کے روضۂ اطہر کے مضافات میں گزرے۔

۱۔ آقائے مظفر اقبال کا انٹرویو ریکارڈ کیا گیا۔ ان کی تحقیق کے حوالے سے سیکرٹری فرہنگ و ارشاد اسلامی نے تعریف کی خصوصاً معصومۂ قم سلام اللہ علیہا پر ان کا مقالہ قابلِ ذکر ہے۔

۲۔ آقائے پروفیسر محمد اقبال جسکانی نے مختلف تراجم پیش کیے، ان کی موجودگی میں ہمیں سہولت حاصل رہی کہ وہ فارسی زبان سمجھنے اور گفت گو کرنے میں سر گرم عمل رہے۔

۳۔ میں نے انعام حاصل کرتے ہوئے ”جمال رضا“ جملہ احباب میں تقسیم کی، یہ انعامات بھی پاکستانی مندوبین کو دیے گئے۔ ہمیں مختلف جرائد کتابیں اور تحائف ملے میں نے اپنی چند کتابیں کتب خانہ امام رضاؑ میں جمع

کروانے کا بندوبست کیا، ہماری طرف سے آپ کو ہدیہ تبریک پیش کرنا باعث اعزاز ہے، ہمارا سفر براستہ دوبئی اچھا رہا البتہ واپسی پر آٹھ گھنٹے دوسری فلائٹ کے لیے انتظار صبر آزما رہا۔

ایک بار پھر آپ کا شکریہ۔

خلوص آگیں
حسن عسکری کاظمی
۲۰۷۔مدینہ بلاک اعوان ٹاؤن لاہور

یہ مکتوب یکم اکتوبر کو بھیجا گیا، آقائے ڈاکٹر عباس فاموری کی یادداشت اور ایفائے وعدہ کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ موصوف نے کسی محفل میں مجھے امام علی بن موسیٰ کاظم کے ظہورِ پُرنور کے جشن میں لاہور کی نمائندگی کرنے اور اس تقریب شادمانی میں شرکت کرنے کے حوالے سے میری مرضی معلوم کرنے کا اظہار کیا، میں نے عرض کیا ''من کہ بندۂ عاصی سرِ تسلیم خم می کنم'' ڈاکٹر عباس فاموری کی مسکراہٹ اور آنکھوں میں رنگِ محبت کا مشاہدہ کرتے ہوئے یقین آیا کہ مشہدِ جان میں اُجالوں کا سفر ہو کر رہے گا اور وہ صبح بشارت طلوع ہوگی جب خوابوں کی سرزمین کی طرف ایک بار پھر سفر درپیش ہو گا۔ مقامِ شکر ہے کہ خواب کی تعبیر پوری ہوئی اور اس عمر گریزاں میں جب کہ میری تمنا جوان ہے یہ سفرِ شوق مجھے لاہور سے دوبئی، دوبئی سے تہران اور تہران سے مشہد اس طرح درپیش ہوا جیسے میں دشتِ وفا سے گزر کر چمنستانِ دیدہ و دل میں جا پہنچا اور آستانِ قدس پر سجدۂ تعظیم بجالایا اور دل میں یہی خیال رہا کہ:

رع یہی وفا کا تقاضا کہ دل سپیدہ رہے

لاہور سے مشہد اور مشہد سے لاہور کا یہ سفرِ عقیدت ایسا ہے کہ اس سفر کو یادگار بنانے کی خاطر میرے ہم سفر احباب نے مجھ سے فرمایش کی کہ اسے ضبطِ تحریر میں لایا جائے، ان مخلص دوستوں کا یہ خیال کسی حد تک درست ہے کہ میری تحریر کے آئینے

میں وہ تمام منظر نامے عکس نما ہوں گے جنھیں ہماری آنکھوں نے دیکھا البتہ اتنا ضروری ہے کہ ہمارے ہمسایہ ملک ایران میں بانئ انقلاب برپا ہونے کے بعد بانئ انقلاب اسلامی امام خمینیؒ کی مثالی قیادت کا معجزہ رونما ہوا اور اسلامی جمہوریت اور ولایت فقیہ کے نظریے نے عملی زندگی کا حسین موقع تخلیق کیا اسے جشنوارہ امام رضاؑ اور تعلیمات محمد ﷺ سے خاص نسبت نے اور بھی وقیع بنا کر جو سند اعتبار بخشی اسے اپنے قارئین کے علم میں لانا ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ میں نے لاہور واپس آکر بحیثیت کالم نگار روزنامہ دن لاہور میں ایک مضمون بعنوان "طلوع صبح بشارت کی تازگی ہے وہی" بھیجا جو بروز ہفتہ ۶/ اکتوبر ۲۰۱۲ء ادارتی صفحے پر اشاعت پذیر ہوا، جسے پاکستان کے بیشتر شہروں کے قارئین نے پڑھا کیوں کہ یہ قومی اخبار بیک وقت کراچی، لاہور، گوجرانوالہ، راولپنڈی اور پشاور سے شائع ہوتا ہے، آیئے آخر میں یہ تحریر "مشہدِ جاں میں اُجالا" کے اوراق زریں پر دیکھتے ہیں۔

(حرفِ حق) پروفیسر حسن عسکری کاظمی

اداریہ روزنامہ دن لاہور ۲۶/ ستمبر ۲۰۱۲ء کی درج ذیل سطریں اس وقت زیرِ مطالعہ آئیں جب ہم "جشنوارۂ امام رضاؑ" میں شرکت کے لیے امارات کی ہوائی کمپنی کے جہاز کا سفر کر رہے تھے۔ "پاکستان ایران کا دیرینہ دوست ہے اور قابلِ اعتماد پڑوسی ہے، پاک ایران تعلقات کی اپنی ایک تاریخ ہے اور دونوں ممالک کے درمیان دوستی اور محبت کا رشتہ اٹوٹ ہے کیوں کہ دونوں ملکوں کی شیعہ آبادی مذہبی یکجہتی کی زنجیر میں پروئی ہوئی ہے، امریکا کو تمام صورتِ حال کا ادراک ہے مگر وہ اسرائیل کے کہنے پر ایران کے گرد گھیرا تنگ کرنے کے لیے پاکستان پر بھی دباؤ ڈال رہا ہے" ایران

میں اسلامی جمہوری انقلاب کے ثمرات کو خود اپنی آنکھ سے دیکھنے کا یہ موقع غنیمت جانا، ہم براستہ دوبئی، تہران اور پھر مشہد مقدس کے ہوائی اڈے پر اترے، عجب جشن کا سماں دکھائی دیا ہمارا استقبال کرنے کے لیے نوجوان پُر جوش، خوش نظر، شیریں سخن اور محبت کا اظہار کرتے ہوئے سراپا نیاز ہمارے گرد جمع ہو گئے فارسی اور انگریزی زبان میں خوش آمدید کہتے ہوئے ان کے منھ سے پھول جھڑ رہے تھے، مختصر تعارف کے بعد مشہد کی کشادہ شاہراہوں سے گزرتے ہوئے وہ ہمیں "گلِ لالہ" ہوٹل میں لے گئے" راستے میں ہر طرف روشنیوں کا سیلاب، دکانوں میں چہل پہل، باوقار رفتار کے ساتھ لوگوں کا ہجوم رواں دواں نظر آیا، کسی جگہ قومی پرچم اور کہیں بینرز سجائے ہوئے تھے ان پر آسمان ہشتم، احادیثِ نبوی ﷺ اقوال ائمہ، بانیٔ انقلاب اسلامی، رہبرِ معظم، صدر ایران اور وزیر فرہنگ وارشاد اسلامی کے پیغامات مع تصاویر آویزاں نظر آئے خطاطی کے نادر نمونے آستان قدس میں دیکھنے کو ملے، قرآنِ پاک کے دیرینہ نسخے خطِ کوفی میں امام علیؑ، حسنؑ اور حسینؑ کے ہاتھ سے لکھے نادر و نایاب نمونے شیشے میں محفوظ ہیں، ان میں بعض ہرن کی کھال پر روشنائی سے مرقوم ہیں، امام رضاؑ کے روضے پر بیک وقت آٹھ مقامات پر پنج گانہ باجماعت نماز پڑھی جاتی ہے، ہر طرف قالینوں کی بہار اور نمازیوں کی قطار دیکھ کر روحانی کیف وسرور طاری ہو جاتا ہے، نظم وضبط کا معیار ایسا ہے کہ زائرین جذب وسرمستی میں رکوع وسجود بجالا رہے ہیں، انھیں کسی نام نہاد سپر طاقت کا خوف نہیں، امریکا اُمتِ مسلمہ کو زیر دام لانا چاہتا ہے اس دشمن ایماں کی سادگی دیکھی ہے کہ اس نے اقوامِ متحدہ کو

اپنی زر خرید کنیز بنا رکھا ہے جب کہ صدر ایران محمود احمدی نژاد کا مطالبہ ہے کہ اقوام متحدہ کی تشکیل نو ضروری ہے تا کہ تمام قوموں اور ملکوں کے حقوق برابر ہو جائیں۔

ہمارے تین روزہ قیام کے دوران بہت سی تقریبات ہوئیں، پاک ایران دوستی کے مظاہرات میں ہماری پذیرائی کے لیے میزبان سرگرم نظر آئے، تحائف اسناد اور جرائد و کتب کے علاوہ سی ڈیز کی صورت میں انعامات کی بارش اسلام آباد، لاہور اور کراچی کے علاوہ دوسرے شہروں سے اعلیٰ تعلیم یافتہ، شعبۂ تعلیم سے وابستہ افراد، علما، دانش ور اور محققین کو بلایا گیا تھا اسی طرح وسطی ریاستوں سے لوگ آئے، بھارت ملائیشیا، سوڈان اور یوگنڈا وغیرہ سے مہمان آئے ہمیں جشن ظہور امام رضاؑ میں شرکت سے یہ فائدہ ہوا کہ ایران کی ترقی و خوشحالی اور ہر صنعت میں آگے بڑھنے کا جذبہ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور پاک ایران دوستی کا منظر نامہ باعث تشفی ہوا، ہمیں بھی ایران کی طرح امریکا کا خوف دل سے نکال دینا چاہیے، ہم جوہری قوت کے مالک ہیں ہم بے اختیار نہیں اگر امریکا اسرائیل جیسی ناپاک بستی کو ایٹمی قوت بنانے کے لیے کسی اصول کا پابند نہیں تو ہمیں ایک دوسرے کی رہ نمائی اور سائنسی امور میں تعاون سے کون روک سکتا ہے، ہماری اعلیٰ قیادت اور عوام کی سوچ ایک ہونی چاہیے، ہمیں روزنامہ دن کا یہ اداریہ پڑھ کر یقین آیا کہ یہ دوستی مستحکم بنیادوں پر قائم رہے گی، صبح انقلاب اسلامی ایران زندہ باد:

بتا رہا ہے ہمیں اسوہ رسولؐ زمن
جو اپنے فقر پہ نازاں ہو آدمی ہے وہی
نماز و روزہ و حج و زکات اپنی جگہ
جھکے نہ غیر کے آگے تو بندگی ہے وہی

وما علینا الا البلاغ

تصانیف

۱۔ دشت بے صدا (مجموعہ غزل)
۲۔ خیمہ خیال (نظم اور غزل)
۳۔ سرورِ کائنات (نعتیہ مجموعہ)
۴۔ مقصودِ کائنات (مناقب اور سلام)
۵۔ کنارِ دجلۂ الفت (پانچ مرثیے)
۶۔ حرفِ ہنر (تنقیدی مضامین) / تبصرے / خاکے
۷۔ دیارِ زینبؑ (سفرنامہ شام)
۸۔ ریزۂ خواب (غزل اور نظم)
۹۔ لہو بولتا ہے (قومی نظمیں)
۱۰۔ حرفِ عقیدت (منقبت، سلام اور قطعات)
۱۱۔ تکمیلِ تمنا (سفرنامہ ایران و عراق)
۱۲۔ حرفاں جتھو سینا (مجموعہ کلام پنجابی)
۱۳۔ حاصلِ عمر گریزاں (آپ بیتی)
۱۴۔ جمالِ مصطفےٰ (نعتیہ مجموعہ)
۱۵۔ شب تاب (غزل اور نظم)
۱۶۔ دیدۂ نمناک (نعتیہ مجموعہ)
۱۷۔ آیاتِ درخشاں (نعتیہ مجموعہ)
۱۸۔ دیارِ غم
۱۹۔ خشبہ جاں میں اُجالا

کالم نگاری

۱۔ حرفِ حق کے عنوان سے روزنامہ دن میں مضامین / تبصرے وغیرہ
۲۔ امروز، جنگ، نوائے وقت اور مساوات میں خصوصی اشاعت میں ادبی مضامین

مستقل پتہ ۲۷۔ سی اعوان ٹاؤن لاہور

اظہار سنز

19۔ اردو بازار لاہور فون: 37230150
ہیڈ آفس: 9۔ ریٹی گن روڈ لاہور فون: 37220761
E-mail: izharsons_2004@hotmail.com
www.izhar-sons.com



نام حسن عسکری کاظمی
ولدیت سید محمد باقر کاظمی
تاریخِ پیدائش ۱۶ / اکتوبر ۱۹۳۱ء
تعلیم ایم اے اردو، ڈپلومہ ان پبلک ایڈمنسٹریشن ۱۹۵۶ء
ملازمت افسر تعلقات عامہ محکمہ ترقی دیہات گجرات ۵۸۔۱۹۵۶
پبلسٹی افسر، افسر ترقیات ۶۰۔۱۹۵۸ ایضاً
لیکچرار گورنمنٹ کالج جہلم ۱۹۷۸۔۱۹۶۱
پروفیسر صدر شعبہ اردو گورنمنٹ کالج باغبانپورہ لاہور ۸۰۔۱۹۷۸
صدر شعبہ اردو گورنمنٹ کالج آف سائنس لاہور ۹۱۔۱۹۸۰
ریٹائرمنٹ اکتوبر ۱۹۹۱

اعزازات
۱۔ مصنف کی شخصیت اور فن پر ایم فل کیا گیا
ایم اے کی سطح پر تین مقالے لکھے گئے
۲۔ ڈاکٹر شبیہ الحسن کی کتاب حسن عسکری کاظمی کی تخلیقی جہتیں
۳۔ آدم جی و اکادمی ادبیاتِ پاکستان کی طرف سے حرفِ ہنر اور جمالِ مصطفےٰ پر اول انعام
۴۔ پاکستان ٹیلی ویژن لاہور سے ملی ترانہ اول آنے پر انعام سے نوازا گیا ۱۹۸۳ء
۵۔ امام خمینی سیمینار تہران میں بحیثیت خصوصی مندوب شرکت
۶۔ اولین رحمت اللعالمین کانفرنس دہلی میں بحیثیت نعت نگار شرکت
۷۔ نیو بہار ٹرسٹ انبالہ بین الاقوامی مشاعرہ میں شرکت
۸۔ حبیب بنک کے زیرِ اہتمام کل پاکستان نعتیہ مشاعرے اور مقابلہ نعت خوانی میں بحیثیت منصف فرائض انجام دیے
۹۔ کنوینر ترقی پسند مصنفین سید عاشور کاظمی کی دعوت پر انگلستان کے مختلف شہروں کی تقریبات میں شرکت